# عقیدۂ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام

## شبہات اور جوابات

از قلم


**محمد حامد مدنی**

(استاذ حدیث، جامعۃ الفلاح، حیدر آباد)


نظرِ ثانی

★ فضیلۃ الشیخ حافظ عبد الحسیب مدنی/حفظہ اللہ

★ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد المعید بن نوشاد مدنی/حفظہ اللہ ★ فضیلۃ الشیخ سید حسین مدنی/حفظہ اللہ

ناشر

ضلعی جمعیت اہل حدیث، رنگاریڈی، تلنگانہ

★ زیر اہتمام:

مجلس علمائے اہل حدیث تلنگانہ

★ زیر سرپرستی:

صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ

# عقیدۂ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام

## شبہات اور جوابات


از قلم

**محمد حامد مدنی**

(استاذ حدیث، جامعۃ الفلاح، حیدر آباد)


نظر ثانی

★ فضیلۃ الشیخ حافظ عبد الحسیب مدنی/حفظہ اللہ

★ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد المعید بن نوشاد مدنی/حفظہ اللہ ★ فضیلۃ الشیخ سید حسین مدنی/حفظہ اللہ

ناشر

ضلعی جمعیت اہل حدیث، رنگاریڈی، تلنگانہ

★ زیر اہتمام: مجلس علمائے اہل حدیث تلنگانہ ★ زیر سرپرستی: صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ
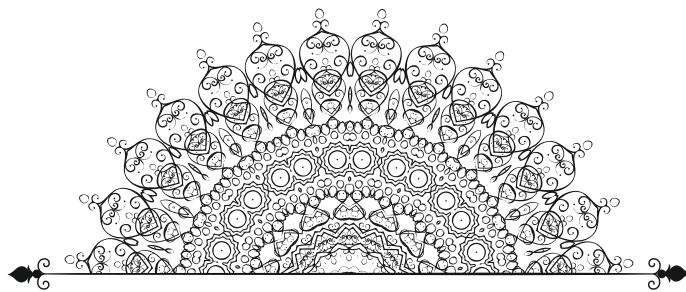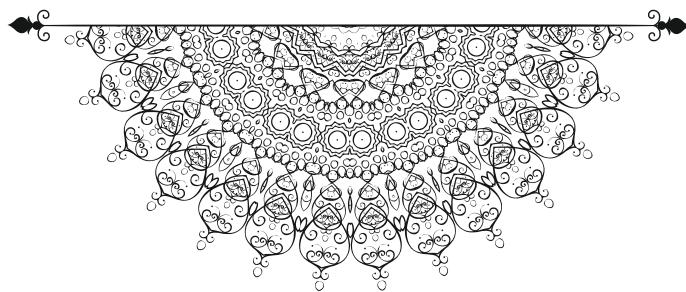
**نام کتاب** : عقیدۂ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام، شبہات اور جوابات

**تالیف** : محمد حامد مدنی (استاذ حدیث، جامعۃ الفلاح، حیدرآباد)

**تقریظات** : فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالمعید بن نوشاد مدنی/حفظہ اللہ،
فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحسیب مدنی/حفظہ اللہ،
فضیلۃ الشیخ سید حسین مدنی/حفظہ اللہ

**سن طباعت** : ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۳ء

**تعداد اشاعت** : ایک ہزار ۱۰۰۰

**ناشر** : ضلعی جمعیت اہل حدیث، رنگاریڈی، تلنگانہ

# فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیش گفتار

## فضیلۃ الشیخ سید حسین مدنی/حفظہ اللہ
## (صدر اہل حدیث فتوی بورڈ، تلنگانہ)

**الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين۔**

فضیلۃ الشیخ محمد حامد خان/ سلفی مدنی حفظہ اللہ نے -بفضلہٖ تعالیٰ- تقریباً دو ماہ قبل ہی ایک عمدہ کتاب بعنوان **"جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت: احادیث و آثار کی تخریج اور متعلقہ مسائل کی تحقیق"** تالیف کی، اور فی الحال -بحمد اللہ- ایک انتہائی دقیق بلکہ تحقیق طلب موضوع **"عقیدۂ رفع عیسیٰ علیہ السلام: شبہات اور جوابات"** پر شیخ محترم کی اگلی منفرد نگارش طباعت ہوئی چاہتی ہے۔

زیر مطالعہ کتاب دراصل باطل نظریات، منحرف افکار اور فتنوں سے آگاہی اور دوری اختیار کرنے کی غرض سے ترتیب دی گئی ہے، کیوں کہ باطل فرقوں اور گم راہ کن تنظیموں سے آگاہ کرنا نبی ﷺ کا اصول اور صحابہ کا معمول رہا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے متشابہ آیات کے پیچھے لگے رہنے والوں سے اور خوارج سے امت کو چوکنا کیا، اور صحابۂ کرام میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی خوارج سے تحذیر کی۔ کیوں کہ دین کی صحیح فہم کا فقدان، مستند نصوص و معتبر دلائل کا بحران، تعصب و نفس پرستی کا میلان، باطل تاویلات کا رجحان اور تلبیس شیطان ایسے اسباب ہیں جو بے علم و بے اصول انسان کو ہدایت سے دور اور گم راہی اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

قرآنی آیات و نبوی روایات کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں نصاری کی جانب بطور خاص مبعوث رسول ہیں، اور مسلمانوں کے لیے بھی اولو العزم یعنی ہمت و عزیمت والے اور عظیم المرتبت رسول ہیں، جن کے سچے نبی ہونے پر مسلمانوں کا ایمان ہے، بلکہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کے ان سارے معجزات پر ایمان رکھتے ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں، علاوہ ازیں قرب قیامت ایک انصاف پسند حاکم کی حیثیت سے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا، پھر صلیب توڑی جائے گی، خنزیر ختم کیے جائیں گے، جزیے کا نظام برخواست ہو گا، نتیجتاً لوگ قبول اسلام کے لیے آمادہ ہوں گے، اور اس وقت مال کی بڑی فراوانی ہو گی۔

شیخ محترم شیخ الحدیث جامعۃ الفلاح (حیدر آباد)، ناظم مجلس علماے اہل حدیث تلنگانہ، اور ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث رنگاریڈی ہیں، جو -بفضلہٖ تعالیٰ- اپنی کم سنی اور جواں سالی ہی میں ہمہ جہت، سراپا نابغۂ روزگار شخصیت ہیں، جو فن خطابت اور طرز کتابت میں اپنی منفرد شان اور خاص پہچان رکھتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ ایک کہنہ مشق قلم کار، ممتاز ادیب، مایہ ناز خطیب اور لطیف و ظریف ہستی ہیں، بلا مبالغہ ستودہ صفات کے مالک، خوب سیرت، نیک طینت، خاک سار، ملن سار، شفیق و خلیق، حرکیاتی، ہمہ پہلو، خوش مزاج اور ہر دل عزیز علمی و عملی شخصیت ہیں۔

اللہ کرے کہ یہ اصولی اور تاصیلی، بلکہ مدلل و مفصل بامقصد کتاب تادیر ثمر آور رہے، بارہا زیور طباعت سے آراستہ ہو، اور اپنے مرتب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تقریظ

## از فضیلۃ الشیخ حافظ عبد الحسیب مدنی/حفظہ اللہ

**الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على المبعوث رحمة للعالمين، وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد:**

دین اسلام عقائد و اعمال کا مجموعہ ہے، عقیدہ کے کسی بھی ایک مسئلے میں غلطی جہاں ایک انحراف اور گمراہی ہے وہیں یہ غلطی اسلام کی حقیقی اور متوازن صورت کو بگاڑ دیتی ہے، اور اکثر ایک غلط عقیدہ آگے چل کر اسلامی تعلیمات کے تئیں لوگوں میں بے جا اشکالات واعتراضات کے پیدا ہونے کا سبب بھی بن جاتا ہے، لہذا اسلامی عقائد کی صحیح ترجمانی تفہیم اسلام کے باب میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے، اور اگر عقیدہ کے کسی ایک پہلو میں بگاڑ در آئے تو اس کی اصلاح وقت کا اہم تقاضہ ہوا کرتی ہے۔

اصلاح عقائد کے باب میں ردود کی بڑی اہمیت ہے، اور شبہات کا ازالہ کرنا ایک بنیادی کام ہوا کرتا ہے، اتمام حجت کے لیے خود بخود پیدا ہو جانے والے یا جان بوجھ کر پیدا کیے جانے والے شبہات کا جواب دینا اور حقیقت کو دوٹوک الفاظ اور انداز میں واضح کرنا علما کے واجبات اور ان کی دینی ذمہ داریوں میں سے ایک بنیادی ذمہ داری ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے تاریخ اسلام میں ہمیشہ اس پہلو کو اہمیت دی، اور بلاشبہ بہت ساری معرکۃ الآرا تصانیف کے وجود میں آنے کے پیچھے یہی جذبہ کار فرما رہا ہے۔

برادر گرامی محمد حامد مدنی حفظه الله ونفع به کے ذریعے ترتیب دیا گیا یہ رسالہ **"عقیدۂ رفع عیسیٰ علیہ السلام شبہات اور جوابات"** بھی در اصل اسی کا مظہر اور اہل علم کی طرف سے اس فرض کفایہ کی ادائیگی کا مظاہرہ ہے، عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھا لیا جانا اور پھر

آسمان پر ان کا زندہ ہونا اور قرب قیامت دوبارہ زمین پر اتارا جانا اور اپنی بقیہ عمر طبعی گزار کر یہیں وفات پانا اور اس دنیا سے رخصت ہو جانا متعدد نصوص اور سلف صالحین کی تصریحات کی روشنی میں شریعت مطہرہ کا ایک مجمع علیہ مسئلہ ہے۔ تاہم یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس مسئلے کی متعدد تفصیلات کے سلسلے میں بہت سارے حضرات کو تحفظات رہے، اور انھوں نے یا تو کھلا انکار کیا یا شکوک وشبہات پیدا کر کے اس کی تاویل کی۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کا انکار بھی ہے۔ اس مسئلے میں کئی لوگ گمراہ ہوئے: یہودی گمراہ ہوئے اور یہ دعویٰ کیا کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا، اور اپنے اس ارادے میں کامیاب ہوئے، اور عیسائیوں نے دعویٰ کیا کہ وہ قتل تو ہوئے تاہم دوبارہ جی اٹھے اور پھر آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ قرآن مجید میں ان دونوں کی تردید کر دی گئی: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ حالاں کہ نہ تو انھوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا، ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝١٥٧ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ اتنا یقینی ہے کہ انھوں نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھا لیا[1]۔

اہل کتاب کی اس گم راہی اور قرآن مجید کی اس واضح تردید کے بعد اس مسئلے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہنا چاہیے تھا، تاہم اس کے باوجود تاریخ اسلام میں ایسے بہت سارے مفکرین اور منحرفین پائے گئے جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھا لیے جانے کا انکار کیا، ان میں سر فہرست سر سید احمد خان ہیں، بلکہ بعض محققین کے مطابق عصر حاضر میں اس دعویٰ کی اصل اور ابتدا ان ہی کی طرف سے ہے۔ سر سید احمد خان کے بارے میں علامہ عبدالحئ لکھنوی کا یہ قول بجا ہے: «وهو ما بلغ رتبة العلماء، بل قصارى أمره ادلاجه

---

(1) سورۂ نساء (آیت نمبر: ۱۵۷-۱۵۸)

في الفضلاء، وهو ما أتقن فناً، وتصانيفه شاهدة بما قلته، فإن رأيت مصنفاته علمت أنه كان كبير العقل، قليل العلم.....»[1]۔

یہی وجہ ہے کی بر صغیر میں انکار سنت کی داغ بیل ڈالنے اور عقلانیت کے مزاج کو فروغ دینے میں ان کا کردار قائدانہ رہا ہے، اسی عقل پرستی کے نتیجے میں انھوں نے کئی معجزات کی تاویل کی، کیوں کہ معجزات کا معاملہ ہی خرق عادت کا ہے، انھوں نے کئی معجزات کی طرح رفع عیسیٰ کے عقیدے کی بھی تردید کی، اور اس سلسلے میں آیات کی تاویل اور احادیث کے انکار کا راستہ اپنایا۔

سر سید کی طرح دوسری شخصیت مرزا غلام احمد قادیانی کی ہے، جس نے اس مسئلے کو بڑے زور وشور سے اٹھایا، اور اپنے دعوائے نبوت کو جس طرح مرحلہ وار اپنے انجام کو پہنچایا ان میں ایک درمیانی مرحلہ کے طور پر اس عقیدے کا انکار کیا۔ ان دونوں کے علاوہ اور دیگر کئی چھوٹے یا بڑے نام ہیں جنھوں نے اس سنت سیئہ کے احیاو تقویت میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

ان منکرین نے دوسرا ستم یہ ڈھایا کہ اس سلسلے میں وارد نصوص کی تاویل یا تردید اور اس سے متعلق شبہات کا ایک ایسا سلسلہ چلایا کہ ایک عام آدمی کے لیے ان شبہات سے صرف نظر کرتے ہوئے اس عقیدے پر جم جانا بظاہر مشکل امر بن گیا، یہی وجہ ہے کہ متعدد اہل علم نے خود ان حضرات کے زمانے میں اور ان کے بعد ان کی تردید میں مقالات لکھے اور کتابیں تصنیف کیں، اس سلسلے کی ایک کڑی مولانا عبد العزیز کرنولی رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ "حیات مسیح ابن مریم" بھی ہے۔

---

[1] نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر (۸:۱۱۷۵)

ان مستند اہل علم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے برادر گرامی محمد حامد مدنی نے بھی یہ رسالہ ترتیب دیا ہے، رسالہ مختصر اور جامع ہے جس میں بنیادی طور پر آیات واحادیث اور آثار سلف کی روشنی میں دلائل وبراہین کے ساتھ اس باب میں صحیح عقیدے کا اثبات بھی ہے اور متعدد شبہات کا معقول ومقبول جواب اور ازالہ بھی، کتاب کی زبان سلیس اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ علمی معیار کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ہے، مؤلف کا مزاج تحقیقی ہے جس کے آثار اس رسالے کے اختصار کے باوجود جابجا ملتے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالی اس رسالے کو بھٹکے ہوؤں کے لئے راہ دکھلانے کا اور ڈگمگاتے لوگوں کی ثابت قدمی کا اور مؤلف ودیگر ان تمام حضرات کی آخرت میں نجات اور بلندئ درجات کا ذریعہ بنادے جنھوں نے اس رسالے کی ترتیب یا اشاعت میں کسی بھی قسم کا حصہ لیا ہو۔

**وفقنا اللہ جمیعا لما یحب ویرضی۔**

**✍ حافظ عبدالحسیب بن عبدالعلیم**

**۵ جمادی الاولی ۱۴۴۵ھ**

# روئے سخن

از: ڈاکٹر عبدالمعید بن نوشاد سلفی مدنی حفظہ اللہ

**الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، ولا عدوان إلا على الظالمين، والصلاة والسلام على نبينا ورسولنا وشفيعنا وحبيبنا محمد بن عبد الله الأمين، وعلى قائد الغر الميامين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسانٍ إلى يوم الدين. أما بعد:**

اسلام میں صحیح عقائد و نظریات کی بے انتہا اہمیت ہے؛اس کے بغیر نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ روزہ، نہ زکاۃ نہ حج، اور نہ ہی کوئی دوسرا عمل؛قرآن کریم کی متعدد آیات اس پر شاہد عدل اور ناطق حق ہیں۔

ساتھ ہی یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رب کریم نے جن انبیاے کرام -علیہم السلام- کو اس دانۂ خاک گیتی کے اندر مبعوث فرمایا اس کی فہرست طویل بھی ہے اور خوش نما بھی۔اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی عیسیٰ بن مریم -علیہما السلام- بھی ہیں، جو معجزاتی طور پر پیدا ہوئے اور معجزاتی طور پر اٹھائے گئے ،اور قرب قیامت معجزاتی طور پر ظہور پذیر ہوں گے ،اس مسلمہ حقیقت پر بھی کتاب و سنت کی نصوص کثیرہ دال اور شاہد عدل ہیں، اور محققین و معتبرین علمائے اسلام نے اس کی وضاحت و صراحت فرمائی ہے، جس پر کسی قیل و قال اور لا یعنی سوال کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔ مگر برا ہو دین اسلام میں تجدد پسندی کا،اس نے امت مرحومہ کا ہمیشہ بیڑا غرق کیا ہے،اور اپنے لچر پوچ دلائل سے نصوص کتاب و سنت کا تیا پانچہ کرنے کی سعیٔ منحوس کی ہے،**هداهم الله**۔

حالیہ دنوں میں حیدر آباد و اطراف میں کچھ نئے قسم کے مفکرین نے رفع عیسیٰ -علیہ السلام- کے انکار کی بیہودہ جرأت احمقانہ کی ہے ،اور نصوص کتاب و سنت کو توڑ مروڑ کر سیدھے سادے عوام الناس کو راہ راست سے ہٹانے اور بھٹکانے کی نامسعود کوشش کی

ہے۔ایسے پر فتن حالات میں امت مرحومہ کو درست سمت پر قدم زن رکھنے کی ذمے داری علمائے ربانیین پر عائد ہوتی ہے،تاکہ کوئی اسے گم گشتۂ راہ نہ کرسکے اور جادۂ حق سے نہ ہٹا سکے۔

اللہ تعالی کا فضل واحسان ہے کہ قافلۂ سلفیت میں ایک سے بڑھ کر ایک قلم کار اور انشا پرداز ہیں، جنھیں اللہ تعالی نے بے پناہ صلاحیت وصالحیت سے مالامال کر رکھا ہے، جو وقتاً فوقتاً اپنے قلم کی جولانیوں سے امت مرحومہ کی نیا پار لگانے،اسے راہ حق سے بھٹکنے نہ دینے، جادۂ مستقیم پر گامزن رہنے،اور صراط مستقیم پر چلنے کے لیے کوششیں کرتے رہتے ہیں؛ان ہی نوجوان قلم کاروں اور انشاپردازوں میں میرے عزیز فضیلۃ الشیخ محمد حامد سلفی مدنی حفظہ اللہ کی جوان شخصیت ہے، جن کا قلم رد بدعات کے لیے ہمیشہ بے تاب رہتا اور احقاق حق کے لیے تڑپتا رہتا ہے۔

مسئلۂ رفع عیسیٰ -علیہ السلام- پر آپ کا قلم بے تاب ہوا تو اس تناظر میں پیش کیے جانے والے تمام اعتراضات واشکالات کا جواب ترکی بہ ترکی دیا،اور خوب دیا،اور تجدد پسند افراد کے ناطقے بند کردیے،**فجزاه الله خيرا، وبارك في علمه وعمله۔**

موصوف کی کتاب جو متعدد صفحات پر مشتمل ہے، خاکسار راقم آثم نے حرف حرف پڑھا اور آپ کی تحقیق وتدقیق پر داد دیے بغیر نہ رہ سکا،اور یہ بات میں بڑی ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ موصوف نے مسئلۂ مذکورہ کا حق ادا کردیا ہے؛ کتاب کیا ہے؟ دلائل وبراہین کا مجموعۂ لاثانی، رفع اشکالات واعتراضات کا بیش بہا خزینہ،اور تجدد پسندوں کے دانت کھٹے کر دینے والی معلومات کا قیمتی اثاثہ۔

کتاب جو بھی پڑھے گا پڑھتا چلائے گا،اور کتاب وسنت کے گوہر آبدار اور شاہوار سے اپنے اذہان وقلوب کو مجلی ومصفی کرتا چلا جائے گا،ان شاءاللہ،اللہ تعالی موصوف کو اس کا بہتر

بدلہ عطا فرمائے اور مزید توفیقات سے نوازتا رہے، تاکہ امت اسلامیہ کی خوب خوب خدمت کر سکیں۔

آں موصوف کی شدید خواہش و اصرار پر یہ بے ربط چند سطریں حوالۂ قرطاس کر دی گئی ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

✍ **ڈاکٹر عبد المعید بن نوشاد سلفی مدنی**

**حیدرآباد، ہند**

## مقدمۂ مؤلف

**الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، وبعد:**

اللہ رب العالمین نے انسانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر ہر دور میں انبیاے کرام اور رسل عظام کو اس روئے زمین پر مبعوث فرمایا، اور ان کی تائید کے لیے انھیں ایسے معجزات عطا فرمائے جن کی وجہ سے غور وخوض کرنے والوں اور حق کے متوالوں کے لیے ان پر ایمان لانا آسان ہو سکے، ہر نبی کو ان کے اپنے زمانے کے لحاظ سے معجزات عطا کیے گیے، مگر پھر بھی قوم کی اکثریت نے ہمیشہ انبیاے کرام کی تکذیب کی، ان کو ذلیل ورسوا کرنے کی کوششیں کیں، حتی کہ کچھ لوگ ان کی جان کے پیچھے بھی پڑ گئے۔

ان ہی انبیاے کرام میں سے ایک جلیل القدر صاحب عزم وعزیمت نبی عیسیٰ علیہ السلام ہیں، جن کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی، جنھیں اللہ سبحانہ وتعالی نے بغیر باپ مریم علیہا السلام کے بطن سے کلمۂ کن کے ذریعے پیدا کیا، اور بنو اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجا، آپ نے جب بنو اسرائیل کے درمیان دعوت وتبلیغ شروع کی تو یہود آپ کے سب سے بڑے دشمن بن کر آ کھڑے ہوئے، انھوں نے نہ صرف یہ کہ آپ کی تکذیب کی بلکہ آپ کی پیدائش پر بھی سوالیہ نشان کھڑا کیا، معاذ اللہ آپ کو ولد الزنا قرار دیا، یہی نہیں بلکہ پوری زندگی آپ کی مخالفت کرتے رہے، حتی کہ اپنے عناد میں اس انتہا کو پہنچ گئے کہ آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، مگر اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کی حفاظت فرمائی، اور ان ظالموں کے شر سے آپ کو نجات دی، چناں چہ جب وہ آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تو اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی خاص تدبیر سے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ عطا کر دی، یہود نے اس شخص کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا، اور یہ سمجھتے رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان

کے اس زعم باطل کا تذکرہ اور اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَـٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ۝١٥٧ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝١٥٨﴾[1] اور (ہم نے ان یہود پر لعنت کی ان کے) یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا، حالاں کہ نہ تو انھوں نے انھیں قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ ان کے لیے ان (عیسیٰ) کی شبیہ بنا دی گئی تھی۔ یقین جانو کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں، انھیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اتنا یقینی ہے کہ انھوں نے انھیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی طرف اٹھا لیا، اور اللہ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عزت و شرف کا اعلی مقام عطا کرتے ہوئے بحالت حیات جسم و روح سمیت آسمان کی طرف اٹھالیا، اور پھر جس طرح آپ کی پیدائش لوگوں کے لیے خلاف عادت تھی اسی طرح آپ کا دنیا سے اٹھایا جانا بھی خلاف عادت ہوا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھایا جانا وہ عقیدہ ہے جو ہر مسلم بچے، جوان اور بوڑھے کا عقیدہ ہے، کیوں کہ یہ عقیدہ نصوص کتاب وسنت اور اقوال سلف سے مبرہن ہے، مگر ماضی قریب میں کچھ ایسے لوگ رونما ہوئے جن کو ائمہ سلف کا بتایا ہوا یہ عقیدہ ہضم نہ ہوا، لہذا انھوں نے اس عقیدے میں سیندھ لگانے کی کوشش کی، اور اس عقیدے کی توضیح میں وارد دلائل کو تحریف اور تاویل مذموم کا نشانہ بنایا۔

---

[1] سورۂ نساء (آیت نمبر: ۱۵۷-۱۵۸)

اس مختصر سے رسالے میں اس عقیدے کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس کے لیے میں نے اس رسالے کو دو ابواب میں تقسیم کیا ہے، پہلے باب میں عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت کیا ہے، اور دوسرے باب میں اس عقیدے سے متعلق چند نو مولود شبہات کو پیش کرکے ان کا علمی جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

اس رسالے کو تحریر کرنے کا واحد مقصد غلط فہمیوں کا ازالہ اور شکوک وشبہات کو مٹانا ہے، بنابریں قاری سے گزارش کی جاتی ہے کہ تعصب کی عینک اتار کر حق تک پہنچنے کی غرض سے اس تحریر کا مطالعہ کریں۔ باذن اللہ حق کی ضیا پاش کرنیں باطل کی گھٹاٹوپ تاریکیوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گی۔ اللہ ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

میرے لیے بڑی خوشی اور سعادت کی بات ہے کہ ایک مرتبہ پھر فضیلۃ الشیخ سید حسین مدنی/حفظہ اللہ کی کرم فرمائی کی وجہ سے میری یہ کوشش زیور طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے، آں محترم نے اس رسالے کو بھی اپنی دقیق نگاہ سے گزارا اور مفید تعلیقات وتنبیہات سے نوازا، اللہ شیخ محترم کو جزائے خیر عطافرمائے اور امت کے تئیں آپ کی خدمات کو شرف قبول عطافرمائے۔

ساتھ ہی میں فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد المعید مدنی /حفظہ اللہ اور فضیلۃ الشیخ عبد الحسیب مدنی/حفظہ اللہ کا بھی صمیم قلب سے شکر گزار ہوں جنھوں نے عدیم الفرصتی اور کثرت مشاغل کے باوجود وقت نکال کر اس رسالے کو بڑی باریکی سے پڑھا اور اپنے قیمتی تعلیقات سے نوازا، اللہ آپ دونوں کو اجر عظیم سے نوازے، اور آپ کی کاوشوں اور کوششوں کو ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

ان تینوں مشائخ کے ساتھ ساتھ میں فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی/حفظہ اللہ کا بھی نہاں خانۂ دل سے ممنون و مشکور ہوں، کہ آپ نے اس رسالے کو پڑھ کر مفید مشوروں سے نوازا، گو کہ شیخ محترم نے محض اس رسالے کے اہم مشمولات کو پڑھا ہے، کیوں کہ جب میں نے یہ رسالہ شیخ محترم کے سپرد کیا تھا تو انتہائی مختصر تھا، بعد میں کافی اضافہ کیا گیا، لیکن آپ کے دیے گئے مشورے میرے لیے کافی کارآمد ثابت ہوئے، رب العالمین آں موصوف کو بھی اجر عظیم سے نوازے، اور دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں سے بہرہ ور فرمائے، آمین۔

**محمد حامد مدنی**

**حیدرآباد**

**بتاریخ: ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۰ نومبر ۲۰۲۱ء**
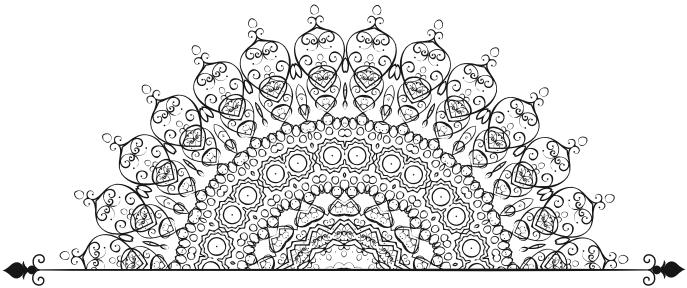
# باب اول

## حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سلف و خلف کا اجماعی عقیدہ
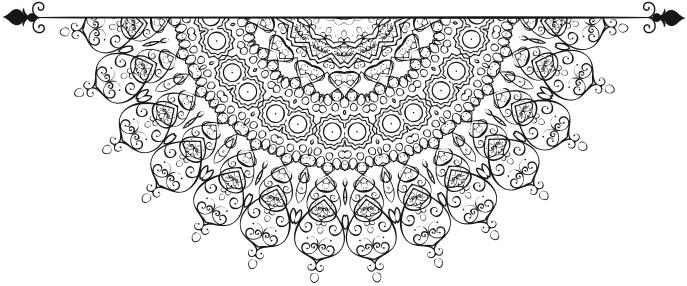
عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سلف سے خلف تک اہل السنہ والجماعہ (اہل حدیث) کا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھالیا، میری معلومات کے مطابق کسی بھی معتبر عالم نے اس عقیدے سے اختلاف نہیں کیا، کیوں کہ یہ وہ عقیدہ ہے جو کتاب وسنت اور اجماع امت کے ذریعے ہمیں معلوم ہوا ہے، اور یہی وہ عقیدہ ہے جس کا ذکر صحابہ کرام اور سلف عظام نے کیا ہے۔

## قرآنی دلائل

### پہلی دلیل:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿١٥٧﴾ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾﴾[1]۔

ترجمہ: اور (ہم نے ان یہود پر لعنت کی ان کے) یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا، حالاں کہ نہ تو انھوں نے انھیں قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ ان کے لیے ان (عیسیٰ) کی شبیہ بنادی گئی تھی۔ یقین جانو کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں، انھیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اتنا یقینی ہے کہ انھوں نے انھیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے۔

یہ آیت تین وجوہات سے عیسیٰ علیہ السلام کے بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھائے جانے پر دلالت کرتی ہے:

---

(1) سورۂ نساء (آیت نمبر: ۱۵۷-۱۵۸)

**پہلی وجہ:** علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قول ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ بیان کرتا ہے کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بدن اور روح سمیت اٹھایا ہے، جیسا کہ صحیح میں ثابت ہے کہ آپ کا بدن وروح نزول فرمائے گا، کیوں کہ اگر آپ کی موت مراد ہوتی تو اللہ کہتا کہ انھوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ ہی پھانسی دی بلکہ وہ طبعی موت پاگئے[1]۔

اسی طرح سابق شیخ الازہر طنطاوی رحمہ اللہ (ت ۱۴۳۱ھ) نے فرمایا کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھالیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے قتل اور پھانسی دینے کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ (بلکہ اللہ تعالی نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا جسم اور روح دونوں کے ساتھ تھا، کیوں کہ قرآن میں وارد (بل — بلکہ) کا استعمال پھانسی اور قتل کے بمقابل کیا گیا ہے، اور صرف روح کے ساتھ اٹھالیا جانا پھانسی دینے اور قتل کرنے کے بمقابل کبھی نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ روح کا قبض کیا جانا پھانسی دینے یا قتل کرنے سے بھی ممکن تھا، لہذا واضح ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے[2]۔

**دوسری وجہ:** یہ ہے کہ اگر اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے کر آسمان کی طرف اٹھایا ہوتا اس حال میں کہ ان کا مردہ جسم مبارک زمین پر ہی رہتا تو یہی تو یہود کی کوشش و خواہش تھی، کیوں کہ یہود آپ کی حیات کو ختم کرنا ہی چاہتے تھے، سو اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو خود ہی ختم کر دیا تو گویا کہ اللہ رب العالمین نے (نعوذ

---

[1] مجموع الفتاویٰ از ابن تیمیہ (۴/۳۲۳)

[2] التفسیر الوسیط (۲/۱۳۲)

باللہ) یہود کی خواہش پوری کر دی، اور جس کام کے لیے یہود آئے تھے اللہ نے وہ کام خود ہی کر دیا۔

**تیسری وجہ:** یہ ہے کہ اگر ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ سے استدلال کیا جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت موت آسمان کی طرف اٹھایا تو پھر آپ اور دیگر انبیاے کرام کی وفات کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا، اور رفع کی کون سی خصوصیت آپ کے لیے باقی رہ جاتی ہے ؟!

ان تمام وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے جانے کی جو بات ذکر ہوئی ہے اس سے مراد آپ کا بحالت حیات اٹھایا جانا ہے نہ کہ بحالت موت ووفات۔

توجہ فرمایئے کہ اگر اس ثبوت کو نہ مانا جائے اور آیت کریمہ کے اس معنے کو تسلیم نہ کیا جائے، بلکہ کچھ یوں تاویل کی جائے کہ اس آیت میں اللہ کی طرف سے درجات کے بلند کیے جانے کا ذکر ہے ، نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھا لیے جانے کا تو اس طرح تو یہود و نصاریٰ کی حمایت ہو رہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، کیا یہ درست ہے ؟!

علامہ ثناء اللہ امر تسری رحمہ اللہ نے اس آیت کی بہترین تفسیر کی اور رفع کے معنی پر خوب صورت کلام کیا ہے، آپ نے فرمایا: "اس آیت میں خدا[1] نے کئی باتیں بیان فرمائی ہیں: اول تو صریح لفظ میں اس امر کا رد کیا ہے جو یہود و نصاریٰ مسیح کے مصلوب ہونے کا خیالی پلاؤ پکا رہے تھے۔ دوئم اس واقعے کی اصلیت پر اطلاع دی کہ اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

---

[1] لفظ خدا کا استعمال اللہ کے لیے بطور اسم یا صفت درست نہیں ہے، کیوں کہ کتاب وسنت میں یہ لفظ اللہ کے نام یا صفت کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے، لیکن چوں کہ یہاں اور آنے والے سطور میں علما کی کتابوں سے اقتباس ذکر کیے گئے ہیں اس لیے ہو بہو نقل کیا جا رہا ہے۔

یہاں تک تو ہمارا اور ہمارے مخاطبوں کا اتفاق ہے، صرف اختلاف اس میں ہے کہ رفع کے کیا معنی ہیں، ہمارے مخاطب کہتے ہیں کہ رفع سے مراد رفع درجات ہے، ہم کہتے ہیں کہ اگر رفع سے مراد رفع درجات ہو تو یہودیوں کے قول کی مخالفت کیا ہوئی جو لفظ بل سے ہونی چاہیے تھی، کیا یہودیوں نے اگر مسیح کو سولی دیا ہو تو رفع درجات نہیں ہو سکتا؟! حالاں کہ شہدا کی بابت عام طور پر قرآن بلندیٔ مراتب کی خبر دیتا ہے، ﴿وَلَا تَقُولُواْ لِمَن يُقۡتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتُۢۚ بَلۡ أَحۡيَآءٞ وَلَٰكِن لَّا تَشۡعُرُونَ ﴿١٥٤﴾﴾۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو ان معنے سے یہودیوں کے قول کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ اگر مسیح کو واقعی انھوں نے صلیب دیا ہو تو کون نہیں جانتا کہ یہ صلیب مسیح کو صرف دین داری کی وجہ سے دی گئی ہو گی جس سے ان کے درجات کی بلندی ہر طرح سے ظاہر و باہر ہے۔ پھر قرآن کریم نے ان کے اس قول کی کہ ہم نے مسیح کو سولی دے دیا (بقول آپ کے) یہ کہہ کر کہ ہم نے اس کے درجے بلند کر دیے گویا ایک قسم کی تائید ہے۔

پھر آگے چل کر فرمایا: علاوہ اس کے آیت مذکورہ کے آگے ﴿وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ (خدا غالب ہے حکمت والا) بھی متصل ہے، جو ان تراشیدہ معنوں سے بالکل بے محل ہے، اس لیے کہ اس لفظ کا محل تو کسی تعجب کا رفع کرنا اور مشکل بات کا سہل بتلانا ہے، اور کسی نیک آدمی خصوصاً انبیا کے مراتب کی رفعت کون مشکل اور انہونی جانتا ہے جس کو اس آیت نے آسان بتایا؟!

پس معلوم ہوا کہ اگر رفع کے معنی رفع درجات کے لیں تو نہ صرف یہی کہ یہودیوں کی تکذیب کے بجائے تصدیق ثابت ہوتی ہے بلکہ ساتھ ہی آیت کے تمام الفاظ بھی درست اور چسپاں نہیں ہوتے، پس جب تک یہ معنی نہ لیں کہ خدا نے مسیح کو زندہ آسمان پر چڑھا لیا اور اس پر خیال گزرے کہ کیسا اٹھا لیا اتنے دشمنوں کے ہوتے ہوئے وہ کیوں کر صحیح سالم بچ کر چلے

گئے تو اس کا جواب اس آیت میں خدا نے دیا کہ ہم بڑے غالب اور حکمت والے ہیں جس کام کو کرنا چاہیں مجال نہیں کہ کوئی روک سکے۔۔۔ پس جب اس آیت میں رفع سے مراد رفع درجات نہیں ہو سکتا تو آیت زیر بحث ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ﴾ میں بھی رفع سے مراد رفع درجات نہیں، کیوں کہ اس رفع میں جو وعدہ تھا اسی کو ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ نے پورا کر دیا[1]۔

☆☆☆

## دوسری دلیل:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ ٱللَّهُۖ وَٱللَّهُ خَيۡرُ ٱلۡمَٰكِرِينَ ٥٤﴾[2]۔

ان (یہود) نے خفیہ سازش کی، اور اللہ نے بھی مخفی تدبیر فرمائی، کیوں کہ اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر کرنے والا ہے۔

وجہ استدلال: اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ (ت ۱۵۰ھ) نے فرمایا: ان لوگوں نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی، وہ اس طرح کہ بنو اسرائیل کے کافروں نے ایک آدمی کو عیسیٰ علیہ السلام کی جاسوسی پر لگایا تاکہ وہ انھیں قتل کر سکیں، لیکن اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ اسی جاسوس پر ڈال دی، اور کافروں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا، اور سمجھتے رہے کہ یہی عیسیٰ ہے، لیکن اللہ عز وجل نے رمضان کی شبِ قدر میں عیسیٰ علیہ السلام کو بیت المقدس سے آسمانِ دنیا کی طرف اٹھا لیا، یہی مفہوم ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کا کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی

---

[1] تفسیر ثنائی (ص: ۲۱۳-۲۱۴)

[2] سورۂ آل عمران (آیت نمبر: ۵۴)

یعنی یہود نے، اور اللہ نے ان کے ساتھ تدبیر کی کہ ان کے جاسوس اور ساتھی کو ہی قتل کر دیا[1]۔

اسی طرح فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود کی خفیہ سازش یہ تھی کہ انھوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا، اور اللہ نے ان کی خفیہ سازش کے بمقابل جو تدبیر فرمائی اس کی کئی صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا[2]۔

اسی طرح کی بات حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کی ہے، چناں چہ آپ نے فرمایا کہ یہود کے بمقابل اللہ نے یہ تدبیر فرمائی کہ اپنے نبی کو بچالیا اور اسے ان کے درمیان سے اٹھالیا، اور ان کو ان کی گم راہی میں حیران وپریشان چھوڑ دیا[3]۔

ان تمام اقوال سے واضح ہے کہ آیت میں اللہ کی جس مخفی تدبیر کا ذکر ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھانا ہے، بنابریں یہ آیت بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بحالت حیات اٹھائے جانے کی بیّن دلیل ہے، اور اس کی مزید توضیح اس کے بعد کی آیت سے ہوتی ہے جس کا ذکر تیسری دلیل کے طور پر آرہا ہے۔

---

[1] تفسیر مقاتل بن سلیمان (۲۷۸/۱)

[2] مفاتیح الغیب (۸/۲۳۶)

[3] تفسیر ابن کثیر (۳۹/۲)

## تیسری دلیل:

اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ ۖ ثُمَّ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝٥٥﴾[1]۔

ترجمہ: جب اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں آپ کو قبض کر لینے والا ہوں، اور آپ کو اپنی جانب اٹھانے والا ہوں، اور آپ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں، اور قیامت کے دن تک آپ کے اطاعت گزاروں کو کافروں پر غالب کرنے والا ہوں۔ پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، میں ہی تمھارے تمام تر آپسی اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔

یہ آیت تین وجوہات سے عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی دلیل ہے:

**پہلی وجہ:** اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا: «إِنِّي مُتَوَفِّيكَ» اے عیسیٰ میں آپ کو اپنی طرف قبض کرنے والا ہوں، اس پر اللہ نے روح اور جسم کی کوئی تفریق نہیں کی۔ کعب احبار، حسن بصری، عبد الرحمن بن زید بن اسلم، مطر وراق، اسماعیل سدی، محمد بن جعفر بن زبیر، محمد بن سائب کلبی اور عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے (مُتَوَفِّيكَ) کی تفسیر «قابضك» سے ہی کی ہے[2]۔ اور اسی کو امام ابن جریر طبری نے راجح قرار دیا ہے، چناں چہ آپ نے فرمایا: ہمارے نزدیک ان اقوال میں سب سے صحیح قول ان لوگوں کا ہے جنھوں نے کہا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے عیسیٰ! میں آپ کو زمین سے قبض کر کے اپنی طرف اٹھا رہا ہوں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی متواتر حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: «يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ» "عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

[1] سورہ آل عمران (آیت نمبر: ۵۵)

[2] دیکھیے: موسوعة التفسير المأثور (ص: ۲۳۸-۲۴۰)

اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے "۔ پھر زمین پر اتر کر ایک مدت تک رہیں گے جس کی تعیین میں روایتوں کا اختلاف ہے، پھر آپ کی وفات ہوگی، مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کردیں گے[1]۔

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: «{إِنِّي مُتَوَفِّيكَ} أَيْ قَابِضُك، أَيْ قَابِضُ رُوحِك وَبَدَنِك» {إِنِّي مُتَوَفِّيكَ} کا معنی ہے کہ میں آپ کو قبض کروں گا، یعنی آپ کی روح اور جسم کو اٹھالوں گا[2]۔

**دوسری وجہ:** اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ اے عیسیٰ میں آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ یہ لفظ آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق دن کے اجالے سے زیادہ واضح ہے۔

**تیسری وجہ:** اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ﴾ اے عیسیٰ میں آپ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو کافروں سے پاک کرنے کا وعدہ کیا جس میں روح اور بدن دونوں شامل ہیں، کیوں کہ اگر صرف روح قبض کی جاتی اور بدن کو ان دشمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا جاتا تو وہ اس کے ساتھ کوئی بھی غلط معاملہ کر سکتے تھے، ایسی صورت میں وعدۂ تطہیر کلی طور پر صادق نہیں آتا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قول ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ﴾ دلیل ہے کہ اللہ نے اس سے موت کو مراد نہیں لیا ہے، وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے موت مراد لیا ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام عام اہل ایمان کے جیسے ہو جاتے، کیوں کہ اللہ اہل ایمان کی بھی روح قبض کرتا ہے اور انھیں آسمان کی طرف چڑھاتا

---

[1] تفسیر طبری (۴۵۰/۵)

[2] مجموع الفتاویٰ (۳۲۳/۴)

ہے، تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ﴾ بھی اس بات کی دلیل ہے، وجہ یہ ہے کہ اگر آپ کی روح جسم سے جدا ہو جاتی تو آپ کا بدن زمین میں دیگر انبیاے کرام کے بدنوں جیسا ہو جاتا[1]۔

آیت میں موجود ان تمام وجوہات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ بحالت حیات اپنی طرف اٹھالیا، اب اگر کوئی شخص تفریق کا قائل ہے تو اسے اپنی بات پر دلیل دینی ہوگی، البتہ رہی بات لفظ (مُتَوَفِّيكَ) کی تو اس کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

کچھ لوگ ان دونوں آیتوں میں موجود ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ اور ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ کی تاویل کرتے ہیں کہ یہاں رفع کا معنیٰ اٹھانا نہیں بلکہ ان کی شان اور ان کے درجات کو بلند کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ (رفع) کا معنیٰ شان بلند کرنا اس وقت ہوتا ہے جب وہ کسی صلہ کے بغیر استعمال کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجَٰتٍ﴾[2] ہم نے لوگوں میں سے بعض کو بعض پر بلند کیا ہے۔

مگر یہاں اللہ نے صرف (رفع) نہیں کہا، بلکہ (رفع إليه) کہا، جس کا واضح معنیٰ اپنی طرف بلند کرنے کا ہی ہے۔ اور اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ یہاں (رفع إليه) کا معنیٰ شان بلند کرنا ہے تو بھی ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھایا، کیوں کہ اللہ رب العالمین نے تو بچپن سے ہی قسم قسم کی خرق عادت و خلاف معمول نشانیوں اور نبوت کے بعد کئی معجزات کے ذریعے عیسیٰ علیہ السلام کی شان کو بلند فرما دیا تھا، تو اب یہاں کون سی ایسی شان باقی رہ گئی تھی جسے اللہ بلند کرنا چاہتا تھا،

---

[1] مجموع الفتاویٰ (۴/۳۲۳-۳۲۲)

[2] سورۂ زخرف (آیت نمبر: ۳۲)

اس کا جواب اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھا کر ان کی شان کو مزید بلند کیا۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کا مفہوم ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ آپ کو اپنی طرف اٹھالوں گا، اور سب جانتے ہیں کہ عیسیٰ نام صرف روح کا نہیں، بلکہ روح مع جسم کا ہے۔ تو رفع عیسیٰ کا یہ مفہوم لینا کہ صرف رفع روحانی ہوا جسمانی نہیں اٹھایا گیا بالکل غلط ہے[1]۔

☆☆☆

## چوتھی دلیل:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝١٥٩﴾[2]۔ اور اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لا چکا ہو، اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔

وجہ استدلال: اہل کتاب کا اطلاق یہود و نصاری دونوں پر ہوتا ہے، اور یہ بات بھی واضح ہے کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ہمیشہ انکار کیا، ان کی زندگی میں بھی اور ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد بھی، بنابریں آیت میں اس بات کا ذکر کیا جانا کہ ہر کتابی عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائے گا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب تک باحیات ہیں، اور جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت سے قبل ان کو اس دنیا میں مبعوث فرمائے گا تو ہر کتابی ان کی نبوت کو تسلیم کرے گا، اس کے بعد ان کی وفات ہو گی۔

---

[1] معارف القرآن (۲/۷۶)

[2] سورۂ نساء (آیت نمبر: ۱۵۹)

سلف صالحین سے آیت کی یہی تفسیر منقول ہے، چناں چہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: «قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ»[1] ہر کتابی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا۔

اسی طرح حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: «قَبْلَ مَوْتِ عِيسٰى، وَاللهِ إِنَّهُ الْآنَ لَحَيٌّ عِنْدَ اللهِ، وَلٰكِنْ إِذَا نَزَلَ آمَنُوا بِهِ أَجْمَعُونَ»[2] ہر کتابی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا، اللہ کی قسم عیسیٰ علیہ السلام ابھی اللہ کے پاس زندہ ہیں، لیکن جب آپ اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو سارے اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ تمام اہل کتاب یہود ونصاریٰ مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے، اس وقت جب وہ (روئے زمین پر) اتریں گے، یہود ونصاریٰ مان لیں گے کہ وہ رسول اللہ ہیں، جھوٹے نہیں ہیں جیسا کہ یہود کہتے تھے، اور اللہ بھی نہیں ہیں جیسا کہ نصاریٰ کہتے تھے[3]۔

آیت کی یہی وہ سیدھی سادی تفسیر ہے جس کو جمہور مفسرین جیسے: قتادہ، عبدالرحمن بن زید بن اسلم، امام طبری اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا ہے، مزید تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر کی طرف رجوع کرنا مناسب ہوگا۔

---

[1] تفسیر ابن ابی حاتم (حدیث نمبر: ۶۲۵۴)، تفسیر طبری (۷/۶۶۴)

[2] تفسیر طبری (۷/۶۶۵)، تفسیر ابن ابی حاتم (حدیث نمبر: ۶۲۵۱)

[3] الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح (۳۵/۴)

## پانچویں دلیل:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾ [1]۔ اللہ ہی ہے وہ جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر روزی دی، پھر مار ڈالے گا، پھر زندہ کرے گا۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کو مخاطب کر کے انھیں ایک مرتبہ موت دینے کا تذکرہ کیا ہے، اور یہی وہ مسلم امر ہے جس کے قائل تمام بنو نوع انسان ہیں کہ موت ایک مرتبہ ہی آتی ہے، نیز حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چناں چہ نبی ﷺ کی وفات پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: «بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللهِ، لاَ يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا المَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا» [2] اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، ایک موت جو آپ کے مقدر میں تھی اسے آپ حاصل کر چکے۔

اب اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت کی حالت میں اٹھایا گیا تو اس کا یہ عقیدہ قرآن کریم کی اس آیت اور حدیث کے خلاف ہے، کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں یہ بات صریح طور پر وارد ہے کہ جب آپ اس دنیا میں دوبارہ آئیں گے تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو موت دے گا، چناں چہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ -يَعْنِي عِيسَى-، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ

---

[1] سورۂ روم (آیت نمبر: ۴۰)

[2] صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۱۲۴۲)

الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللَّهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى، فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ» [1] "میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں، یقیناً وہ اتریں گے، جب تم انھیں دیکھنا تو پہچان لینا، وہ ایک درمیانی قد و قامت کے سرخ و سفید رنگ کے شخص ہوں گے، ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے، ایسا لگے گا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے گو وہ تر نہ ہوں گے، پھر وہ لوگوں سے اسلام کے لیے جہاد کریں گے، صلیب توڑیں گے، سور کو قتل کریں گے، اور جزیہ ختم کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں سوائے اسلام کے سارے مذاہب کو ختم کر دے گا، وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے، پھر اس کے بعد دنیا میں چالیس سال تک زندہ رہیں گے، پھر ان کی وفات ہو گی تو مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے"۔

اس حدیث میں صاف طور پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تب آپ کی وفات ہو گی، بنا بریں اگر کوئی شخص آپ کے بحالت موت اٹھائے جانے کا عقیدہ رکھتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ کو دو موت کا سامنا کرنا پڑے گا، جو اس آیت کے خلاف ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہی استدلال کیا ہے، آپ نے فرمایا: اگر اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے سے قبل موت دی ہوتی تو گویا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ موت دے گا، حالاں کہ ایسا نہیں ہو سکتا (یعنی اللہ کسی کو دو بار موت نہیں دے سکتا)، جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ

---

[1] سنن ابو داود (حدیث نمبر: ۴۳۲۴) شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

يُحۡيِيكُمۡۖ﴾[1] (اللہ ہی ہے وہ جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر روزی دی، پھر مار ڈالے گا، پھر زندہ کرے گا)، اس آیت میں اللہ نے ایک ہی مرتبہ موت دینے کا تذکرہ کیا ہے[2]۔

قرآن کریم کی یہ تمام آیات دلالت کرتی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا ہے، اور قرب قیامت آپ دوبارہ اس دنیا کی طرف نزول فرمائیں گے، غور کرنے والوں کے لیے مذکورہ تمام آیتوں میں اس امر کے واضح دلائل موجود ہیں۔

اس پر مزید یہ کہ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے قرآن کریم میں عموماً اور سورۂ آل عمران میں خصوصاً عیسیٰ علیہ السلام کے بکثرت تذکرے کو بھی آپ کے باحیات ہونے اور اس دنیا میں عود کرنے کے شاہد کے طور پر پیش کیا ہے، چناں چہ آپ نے فرمایا: ''یہاں صرف ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس پر نظر کرنے سے ذرا بھی عقل وانصاف ہو تو اس مسئلے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی، وہ یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کے چوتھے رکوع میں حق تعالیٰ نے انبیاے سابقین کا ذکر فرمایا تو آدم، نوح، آل ابراہیم، آل عمران، سب کا ذکر ایک ہی آیت میں اجمالاً کرنے پر اکتفا فرمایا، اس کے بعد تقریباً تین رکوع اور بائیس آیتوں میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کا ذکر اس بسط وتفصیل کے ساتھ کیا گیا کہ خود خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن پر قرآن نازل ہوا ان کا ذکر بھی اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں آیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کا ذکر، ان کی نذر کا بیان، والدہ کی پیدائش، ان کا نام، ان کی تربیت کا تفصیلی ذکر، عیسیٰ علیہ السلام کا بطن مادر میں آنا، پھر ولادت کا مفصل حال، ولادت کے بعد ماں نے کیا کھایا پیا اس کا ذکر، اپنے خاندان میں بچے کو لے کر آنا، ان کے طعن وتشنیع، اول ولادت میں ان کو بطور معجزہ گویائی عطا

---

[1] سورۂ روم (آیت نمبر: ۴۰)

[2] تفسیر طبری (۶/۴۶۰)

ہونا، پھر جوان ہونا اور قوم کو دعوت دینا، ان کی مخالفت، حوارین کی امداد، یہودیوں کا نرغہ، ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا جانا وغیرہ۔ پھر احادیث متواترہ میں ان کی مزید صفات، شکل و صورت، ہیئت، لباس وغیرہ کی پوری تفصیلات، یہ ایسے حالات ہیں کہ پورے قرآن وحدیث میں کسی نبی ورسول کے حالات اس تفصیل سے بیان نہیں کیے گئے، یہ بات ہر انسان کو دعوت فکر دیتی ہے کہ ایسا کیوں اور کس حکمت سے ہوا؟!

ذرا بھی غور کیا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چوں کہ آخری نبی ورسول ہیں کوئی دوسرا نبی آپ کے بعد آنے والا نہیں، اس لیے آپ نے اپنی تعلیمات میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا کہ قیامت تک جو جو مراحل امت کو پیش آنے والے ہیں ان کے متعلق ہدایات دے دیں، اس لیے آپ نے ایک طرف تو اس کا اہتمام فرمایا کہ آپ کے بعد قابل اتباع کون لوگ ہوں گے، ان کا تذکرہ اصولی طور پر عام اوصاف کے ساتھ بھی بیان فرمایا، بہت سے حضرات کے نام متعین کر کے بھی امت کو ان کے اتباع کی تاکید فرمائی، اس کے بالمقابل ان گمراہ لوگوں کا بھی پتہ دیا جن سے امت کے دین کو خطرہ تھا۔

بعد کے آنے والے گمراہوں میں سے بڑا شخص مسیح دجال تھا، جس کا فتنہ سخت گمراہ کن تھا اس کے اتنے حالات وصفات بیان فرما دیے کہ اس کے آنے کے وقت امت کو اس کے گمراہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے، اسی طرح بعد کے آنے والے مصلحین اور قابل اقتدا بزرگوں میں سے زیادہ بڑے عیسیٰ علیہ السلام ہیں، جن کو حق تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے نوازا، اور فتنۂ دجال میں امت مسلمہ کی امداد کے لیے ان کو آسمان میں زندہ رکھا، اور قربِ قیامت میں ان کو قتلِ دجال کے لیے مامور فرمایا، اس لیے ضرورت تھی کہ ان کے حالات وصفات بھی امت کو ایسے واشگاف بتلائے جائیں جن کے بعد نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کسی انسان کو ان کے پہچاننے میں کوئی شک شبہ نہ رہ جائے۔

اس میں بہت سی حِکَم ومصالح ہیں:

اول یہ کہ اگر امت کو ان کے پہچاننے ہی میں اشکال پیش آیا تو ان کے نزول کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، امت مسلمہ ان کے ساتھ نہ لگے گی تو وہ امت کی امداد و نصرت کس طرح فرمائیں گے۔

دوسرے یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ اس وقت فرائض نبوت ورسالت پر مامور ہو کر دنیا میں نہ آئیں گے، بلکہ امت محمدیہ کی قیادت وامامت کے لیے بحیثیت خلیفۂ رسول تشریف لائیں گے، مگر ذاتی طور پر جو ان کو منصب نبوت ورسالت حاصل ہے اس سے معزول بھی نہ ہوں گے، بلکہ اس وقت ان کی مثال اس گورنر کی سی ہو گی جو اپنے صوبے کا گورنر ہے، مگر کسی ضرورت سے دوسرے صوبے میں چلا گیا ہے، تو وہ اگرچہ صوبے میں گورنر کی حیثیت پر نہیں مگر اپنے عہدہ گورنری سے معزول بھی نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت بھی صفت نبوت ورسالت سے الگ نہیں ہوں گے، اور جس طرح ان کی نبوت سے انکار پہلے کفر تھا اس وقت بھی کفر ہوگا، تو امت مسلمہ جو پہلے سے ان کی نبوت پر قرآنی ارشادات کی بنا پر ایمان لائے ہوئے ہے اگر نزول کے وقت ان کو نہ پہچانے تو انکار میں مبتلا ہو جائے گی، اس لیے ان کی علامات وصفات کو بہت زیادہ واضح کرنے کی ضرورت تھی۔

تیسرے یہ کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تو دنیا کی آخری عمر میں پیش آئے گا، اگر ان کی علامات و حالات مبہم ہو تو بہت ممکن ہے کہ کوئی دوسرا آدمی دعویٰ کر بیٹھے کہ میں مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوں، ان علامات کے ذریعہ اس کی تردید کی جاسکے گی، جیسا کہ ہندوستان میں مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں، اور علمائے امت نے ان ہی علامات کی بنا پر اس کے قول کو رد کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ اور دوسرے مواقع میں عیسیٰ علیہ السلام کے حالات وصفات کا اتنی تفصیل کے ساتھ بیان ہونا خود ان کے قربِ قیامت میں نازل ہونے اور دوبارہ دنیا میں تشریف لانے ہی کی خبر دے رہا ہے''[1]۔

[1] معارف القرآن (۲/۸۱-۸۰)

## احادیث نبویہ سے دلائل

### پہلی دلیل:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكُنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ المَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ»[1] اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، سوروں کو مار ڈالیں گے، اور جزیہ کو ختم کر دیں گے، اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہو گی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔

وجہ استدلال: اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا میں دوبارہ آنے کی خبر دینے کے لیے (يَنْزِلُ) کا لفظ استعمال کیا، جس کا معنی ہے اترنا۔ اس لفظ کا استعمال یہ بتا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اس دنیا سے گئے تھے تو موت کی حالت میں نہیں گئے تھے بلکہ حالت حیات میں گئے تھے، کیوں کہ اگر بحالت موت گئے ہوتے تو اس دنیا میں دوبارہ آمد کے لیے اترنے کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا، بلکہ پیدا کیے جانے یا دوبارہ زندہ کیے جانے کا لفظ استعمال ہوتا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، صحیح میں نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: «يَنْزِلُ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا وَإِمَامًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ» عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تمھارے درمیان عادل حاکم اور انصاف پرور امام کے طور پر اتریں گے، پھر صلیب کو توڑیں گے، خنزیر

---

[1] صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۲۲۲۲)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۳۹۱/۱۵۵)

کو قتل کریں گے اور جزیے کو ختم کر دیں گے۔ اسی طرح صحیح میں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «أَنَّهُ يَنْزِلُ عَلَى الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيِّ دِمَشْقَ، وَأَنَّهُ يَقْتُلُ الدَّجَّالَ» عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی مشرقی جانب سفید منارے پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ بنابریں جس کی روح اس کے جسم سے الگ ہو جائے تو اس کا جسم آسمان سے نہیں اتر سکتا، اور اگر اسے زندہ کیا جائے گا تو وہ اپنی قبر سے اٹھے گا[1]۔

نزول عیسیٰ کے تعلق سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ نبی ﷺ سے اتنی تعداد میں صحابہ کرام نے احادیث بیان کی ہیں کہ محدثین نے احادیث نزول عیسیٰ کو متواتر احادیث میں شمار کیا ہے، چناں چہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ عبد اللہ بن مغفل، نواس بن سمعان، نُفیر بن مالک، عائشہ، جابر بن عبد اللہ، حذیفہ بن اسید، عبد اللہ بن عمرو، ابو امامہ باہلی، سمرہ بن جندب، حذیفہ بن یمان، مجمع بن جاریہ انصاری، عبد اللہ بن عباس اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم وغیرہ[2] نے مختلف الفاظ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی خبر کو نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

اسی وجہ سے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: «وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَحَادِيثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أنه أخبر بنزول عيسى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِمَامًا عَادِلًا وحكما مقسطا»[3] رسول اللہ ﷺ سے حدیثیں تواتر کے ساتھ آئی ہیں کہ آپ ﷺ نے قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اترنے کے بارے میں خبر دی ہے۔

---

[1] مجموع الفتاویٰ (۳۲۲/۴)

[2] دیکھیے: قصة المسيح الدجال از البانی (ص:۲۸)، التصريح بما تواتر في نزول المسيح از محمد انور شاہ کشمیری۔

[3] تفسیر ابن کثیر (۲۱۷/۷) سورۂ زخرف (آیت نمبر: ۶۱) کی تفسیر میں۔

اسی طرح علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (ت ۱۳۲۹ھ) نے فرمایا: «تواترت الأخبار عن النبي ﷺ في نزول عيسى بن مريم مِنَ السَّمَاءِ بِجَسَدِهِ الْعُنْصُرِيِّ إِلَى الْأَرْضِ عِنْدَ قُرْبِ السَّاعَةِ، وَهَذَا هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ»[1] قیامت کے قریب آسمان سے روئے زمین کی طرف انسانی جسم کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کے بارے میں نبی ﷺ سے حدیثیں تواتر کے ساتھ آئی ہیں، اور یہی اہل السنہ کا مذہب ہے۔

اسی طرح محمد بن ابو الفیض کتانی (ت ۱۳۴۵ھ) نے فرمایا: «والحاصل أن الأحاديث الواردة في المهدي المنتظر متواترة، وكذا الواردة في الدجال، وفي نزول سيدنا عيسى ابن مريم عليهما السلام»[2] خلاصہ یہ ہے کہ مہدئ منتظر، دجال اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں وارد احادیث متواتر ہیں۔

بلکہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کی خبر تو خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں دی ہے، فرمایا: ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾﴾[3] یقیناً عیسیٰ (علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں، اس لیے تم (قیامت) کے بارے میں شک نہ کرو، اور میری تابعداری کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: «هُوَ خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[4] قیامت کی نشانی سے مراد قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول وخروج ہے۔

---

[1] عون المعبود (۱۱/۳۰۷)

[2] دیکھیے: نظم المتناثر از کتانی (ص: ۲۲۹)

[3] سورۂ زخرف (آیت نمبر: ۶۱)

[4] مسند احمد (حدیث نمبر: ۲۹۱۸) احمد شاکر نے اس اثر کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس تفسیر کی تائید آیت کی ایک دوسری قرأت سے بھی ہوتی ہے، چناں چہ ﴿لَعِلْمٌ﴾ کو بعض قرّانے ﴿لَعَلَمٌ﴾ پڑھا ہے[1]، جس کا معنی علامت اور نشانی ہے[2]، جس سے واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانی ہے۔

اسی طرح آپ کے نزول پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول بھی شاہد ہے: ﴿وَيُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِي ٱلْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ۝٤٦﴾[3] وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) لوگوں سے اپنے گھوارے میں باتیں کریں گے اور ادھیڑ عمر میں بھی، اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو حالتوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے گفتگو کرنے کا تذکرہ کیا ہے، ایک حالت طفولت میں اور دوسرا حالت کہولت میں۔ حالت طفولت میں تو آپ کی گفتگو واضح ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی اس گفتگو کا مفصل تذکرہ کیا ہے[4]، البتہ حالت کہولت میں گفتگو سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ کہل چوں کہ ادھیڑ عمر کو کہا جاتا ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل صرف تینتیس سال گزارے جسے ادھیڑ عمر نہیں کہا جا سکتا اس لیے اس سے مراد آپ کے نزول کے بعد آپ کا گفتگو کرنا ہے، چناں چہ علامہ ابن الجوزی نے فرمایا: «وقد روي عن ابن عباس أنه قال: وَكَهْلًا، قال: ذلك بعد نزوله من

---

[1] یہ ایک شاذ قرأت ہے، ابن خالویہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ قرأت ابوہریرہ، ابن عباس، قتادہ، ضحاک اور ایک جماعت کی ہے۔ دیکھیے: كتاب القراءات الشاذة (ص:١٣٦)

[2] دیکھیے: تفسیر ابن کثیر (413/2)

[3] سورۂ آل عمران (آیت نمبر:٤٦)

[4] سورۂ مریم (آیت نمبر:٢٩-٣٣)

السماء»[1] عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ﴿وَكَهْلًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد آسمان سے اترنے کے بعد کا کلام ہے۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: «قَدْ كَلَّمَهُمْ عِيسَى فِي الْمَهْدِ، وَسَيُكَلِّمُهُمْ إِذَا قَتَلَ الدَّجَّالَ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ كَهْلٌ»[2] عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے گہوارے میں رہتے ہوئے گفتگو کی، اور آپ لوگوں سے اس وقت بھی گفتگو کریں گے جب دجال کو قتل کریں گے، اس وقت آپ کہل ہوں گے۔

نیز فرمایا: «رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ كَهْلًا، وَيَنْزِلُ كَهْلًا»[3] اللہ نے آپ کو سن کہل سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھالیا، پھر وہ سن کہل میں اتریں گے۔

اسی طرح حسین بن فضل بجلی رحمہ اللہ نے فرمایا: «الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ ﴿وَكَهْلًا﴾ أَنْ يَكُونَ كَهْلًا بَعْدَ أَنْ يَنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، وَيُكَلِّمَ النَّاسَ، وَيَقْتُلَ الدَّجَّالَ، وَفِي هَذِهِ الْآيَةِ نَصٌّ فِي أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سَيَنْزِلُ إِلَى الْأَرْضِ»[4] اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَكَهْلًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں آسمان سے اترنے کے بعد کہل ہوں گے، لوگوں سے بات کریں گے، دجال کو قتل کریں گے، چناں چہ اس آیت میں بیان ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام زمین پر اتریں گے۔

شہاب الدین آلوسی نے فرمایا: «وعلى ما ذكر في سن الكهولة يراد بتكليمه عليه السلام كهلا تكليمه لهم كذلك بعد نزوله من السماء وبلوغه ذلك السن، بناء

---

(1) زاد المسیر (۲۸۳/۱)

(2) تفسیر طبری (۴۱۴/۵)

(3) تفسیر طبری (۴۴۹/۵)

(4) مفاتیح الغیب (۲۲۵/۸)

على ما ذهب إليه سعيد بن المسيب وزيد بن أسلم وغيرهما»[1] کہولت کی عمر کے متعلق جو باتیں ذکر کی گئیں ان کی روشنی میں عیسیٰ علیہ السلام کی حالت کہولت میں گفتگو سے مراد آسمان سے اترنے اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد آپ کا گفتگو کرنا ہے، جیسا کہ سعید بن مسیب اور زید بن اسلم وغیرہ کا قول ہے۔

## دوسری دلیل:

حسن بصری (ت ۱۱۰ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے یہود سے کہا: «إِنَّ عِيسَى لَمْ يَمُتْ، وَإِنَّهُ رَاجِعٌ إِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ» عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی ہے، بلکہ قیامت سے قبل وہ تمھاری طرف لوٹ کر آئیں گے[2]۔

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر قرآن وحدیث اور اجماع امت سے اس کی تائید ہوتی ہے، نیز کبار تابعین کے مراسیل امام شافعی رحمہ اللہ جیسے اہل علم کے نزدیک مقبول ہیں۔

تفسیر ابن ابو حاتم کے محقق ڈاکٹر احمد بن عبداللہ زہرانی نے فرمایا: «قول الحسن الذي رفعه إلى النبي ﷺ له شواهد كثيرة وردت في الصحيحين»[3] حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ قول جسے آپ نے نبی ﷺ تک مرفوع کیا ہے اس کے بہت سے شواہد صحیحین میں وارد ہیں۔

---

[1] تفسیر روح المعانی (۲/۱۵۷)

[2] تفسیر ابن ابو حاتم (حدیث نمبر: ۶۲۳۲)، تفسیر طبری (حدیث نمبر: ۷۱۳۳)

[3] تفسیر ابن ابو حاتم (۳/۲۱۷)

# صحابہ اور تابعین کے اقوال

(۱) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (ت ٦٨ ھ) نے فرمایا: اللہ تعالی نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارہ ساتھیوں کے پاس اس حال میں تشریف لے گئے کہ سر سے پانی ٹپک رہا تھا، پھر فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص ایسا ہے جو مجھ پر ایمان لانے کے بعد بھی بارہ مرتبہ میرے ساتھ کفر کرے گا۔

پھر کہا کہ تم میں سے کون اس بات کے لیے تیار ہے کہ میری صورت اس کو عطا کی جائے اور وہ میری جگہ پر قتل کیا جائے ؟ اس کے بدلے اس کا حشر میرے ساتھ ہو گا۔ یہ سن کر حاضرین میں سے سب سے کم عمر نوجوان کھڑا ہوا اور کہا کہ میں اس کے لیے آمادہ ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ بیٹھ جائیں، پھر آپ نے دوبارہ وہی بات دوہرائی، اس مرتبہ بھی وہی نوجوان کھڑا ہوا تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ہی وہ شخص ہو جو یہ کام انجام دے گا۔ چناں چہ اس نوجوان کو عیسیٰ علیہ السلام کی صورت عطا کی گئی، اور عیسیٰ علیہ السلام کو گھر کے ایک روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا[1]۔

منکرین کہتے ہیں کہ اس اثر میں عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا ذکر مطلقاً ہے، یہ وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ ان کو بحالت حیات اٹھایا گیا یا بحالت ممات۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو گھر کے ایک روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھایا گیا، اس کا کیا مطلب ہے ؟ کیا اس کا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر: ٣١٨٧٦)، تفسیر ابن ابی حاتم (حدیث نمبر: ٦٢٣٣)، مستدرک حاکم (حدیث نمبر: ٣٨٠٧)، سنن کبری از نسائی (حدیث نمبر: ١١٥٢٧)، تاریخ دمشق از ابن عساکر (٤٧/٤٧٥)، اس اثر کی سند صحیح ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کی روح کو روشن دان سے اٹھایا گیا؟! اس قول کا مطلب اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کو بدن و روح سمیت روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دیگر اقوال سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کے اس قول کا مطلب عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت حیات ہی آسمان کی طرف اٹھانا ہے۔ جیسا کہ ایک قول: ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ کی تفسیر میں گزرا، اسی طرح کچھ اقوال آگے بھی پیش کیے جائیں گے۔

(۲) نفیع ابو رافع صائغ رحمہ اللہ [1] نے فرمایا: «رُفِعَ عِيسى ابْنُ مَرْيَمَ وعَلَيْهِ مِدْرَعَةٌ، وخُفّا راعٍ، وخَذّافَةٌ يَخْذِفُ بِها الطَّيْرَ» [2] عیسیٰ علیہ السلام کو جب (آسمان کی طرف) اٹھایا گیا تو آپ کے جسم پر ایک کرتا، چرواہے کا موزہ اور ایک غلیل تھی جس سے آپ پرندوں کا شکار کرتے تھے۔

(۳) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مایہ ناز شاگرد مجاہد بن جبر رحمہ اللہ (ت ۱۰۱ھ) نے: ﴿وَلَـٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ [3] کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: «صَلَبُوا رَجُلًا غَيْرَ عِيسى شُبِّهَ بِعِيسى، يَحْسَبُونَهُ إيّاهُ، ورَفَعَ اللَّهُ إلَيْهِ عِيسىٰ حَيًّا» [4] یہود نے عیسیٰ علیہ السلام

---

[1] آپ کی وفات ۹۱ سے ۱۰۰ھ کے درمیان ہوئی۔

[2] تاریخ دمشق از ابن عساکر (۴۲۱/۴۷)۔ اس اثر کی سند صحیح ہے۔ ابن عساکر نے اس اثر کو عبد الرزاق کی طریق سے روایت کی ہے، لیکن مصنف میں مجھے یہ اثر نہیں ملا، اسی طرح سیوطی نے "الدر المنثور" (۷۲۸/۲) میں اس اثر کا مصدر عبد الرزاق اور امام احمد کی "الزھد" کو ذکر کیا ہے، لیکن وہاں بھی یہ اثر مجھے نہیں مل سکا۔

[3] سورۂ نساء (آیت نمبر: ۱۵۷)

[4] اس اثر کو عبد بن حمید، ابن ابو حاتم (حدیث نمبر: ۶۲۳۴)، ابن جریر طبری (۶۵۸/۷) اور ابن المنذر نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ مزید دیکھیے: الدر المنثور (۷۲۸/۲)

کی جگہ ایک ایسے شخص کو سولی پر چڑھا دیا جو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھا، وہ اسے عیسیٰ علیہ السلام سمجھ رہے تھے، حالاں کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف زندہ اٹھالیا تھا۔

(۴) کعب الاحبار رحمہ اللہ (ت ۳۲ھ) نے فرمایا: «مَا كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيُمِيتَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ، إِنَّمَا بَعَثَهُ اللهُ دَاعِيًا وَمُبَشِّرًا يَدْعُو إِلَيْهِ وَحْدَهُ، فَلَمَّا رَأَى عِيسَى قِلَّةَ مَنِ اتَّبَعَهُ وَكَثْرَةَ مَنْ كَذَّبَهُ، شَكَا ذَلِكَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ: «إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ»، وَلَيْسَ مَنْ رَفَعْتُهُ عِنْدِي مَيِّتًا، وَإِنِّي سَأَبْعَثُكَ عَلَى الْأَعْوَرِ الدَّجَّالِ، فَتَقْتُلُهُ، ثُمَّ تَعِيشُ بَعْدَ ذَلِكَ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ سَنَةً، ثُمَّ أُمِيتُكَ مِيتَةَ الْحَيِّ- قَالَ كَعْبُ الْأَحْبَارِ: وَذَلِكَ يُصَدِّقُ حَدِيثَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ قَالَ: كَيْفَ تَهْلِكُ أُمَّةٌ أَنَا فِي أَوَّلِهَا، وَعِيسَى فِي آخِرِهَا؟»[1] اللہ عزوجل عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو موت دینا نہیں چاہتے تھے، کیوں کہ اللہ نے انھیں ایسا داعی اور مبشر بنا کر بھیجا تھا جو تنہا اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے، اس لیے جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے متبعین کی تعداد کم اور جھٹلانے والوں کی تعداد زیادہ ہے تو اللہ کے جناب شکایت کی، اس پر اللہ رب العالمین نے فرمایا: (اے عیسیٰ! میں آپ کو پورا قبض کرنے والا ہوں، اور آپ کو اپنی جانب اٹھانے والا ہوں)، اور جس کو میں اپنی طرف اٹھاؤں وہ مردہ نہیں ہوتا، اور میں آپ کو کانا دجال پر مسلط کروں گا، آپ اسے قتل کریں گے، پھر اس کے بعد آپ دنیا میں چوبیس سال زندہ رہیں گے، پھر میں آپ کو زندوں کی طرح موت دوں گا۔ پھر کعب احبار نے فرمایا: اس بات کی تائید رسول اللہ ﷺ کی حدیث کر رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ امت کیسے برباد ہوسکتی ہے جس کی ابتدا میں میں اور انتہا میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔

(۵) ضحاک بن مزاحم ہلالی رحمہ اللہ (ت ۱۰۵ھ) نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ یوں ہے کہ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو عیسیٰ

---

[1] تفسیر طبری (۵/۴۴۹) حافظ سیوطی نے "الدر المنثور" (۲۲۵/۲) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

علیہ السلام کے بارہ حواری ایک گھر میں اکٹھا ہوئے، عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس اس گھر کی کھڑکی سے تشریف لائے، ابلیس نے یہود کی جماعت کو اس بات کی خبر دے دی، ان لوگوں نے چار ہزار کی تعداد میں آکر گھر کا محاصرہ کر لیا، تب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو باہر نکل کر ان کا مقابلہ کرے اور بدلے میں جنت میں وہ میرے ساتھ ہو؟ تو ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے نبی میں جاوں گا۔ چناں چہ عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو اپنا کپڑا، پگڑی اور لاٹھی عطا فرمائی اور اسے عیسیٰ علیہ السلام کی صورت عطا کر دی گئی، پھر جب وہ باہر نکلا تو یہود نے اسے قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا، عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے پر عطا فرمائے اور انھیں نور کا لباس پہنایا اور ان کی کھانے اور پینے کی خواہش کو ختم کر دیا، پھر آپ فرشتوں کے ساتھ آسمان کی طرف اڑ گئے[1]۔

(۶)حسن بصری رحمہ اللہ (۱۱۰ھ)نے فرمایا:«رَفَعَهُ إِلَيْهِ، وَهُوَ عِنْدَهُ فِي السَّمَاءِ»[2] اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا، اور اب وہ اللہ کے پاس آسمان میں ہیں۔

(۷)عبد الرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ( ت ۱۸۲ھ) نے فرمایا: «مُتَوَفِّيكَ:قَابِضُكَ، وَمُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ وَاحِدٌ، وَلَمْ يَمُتْ بَعْدُ»[3] آیت میں (مُتَوَفِّيكَ)کا معنیٰ اٹھانا ہے، اور (مُتَوَفِّيكَ ورَافِعُكَ)دونوں ہم معنیٰ ہیں، کیوں کہ اب تک عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی ہے۔

---

[1] تفسیر سمرقندی(۲۷۱/۱)

[2] تفسیر ابن ابو حاتم (۶۶۱/۲، حدیث نمبر: ۳۵۸۴)، تفسیر طبری(۴۵۰/۵)اس اثر کی سند حسن ہے۔

[3] تفسیر قرطبی(۱۰۰/۴)

## اجماع امت

اختصار کی غرض سے اوپر میں نے ائمۂ سلف کے چند اقوال کو ذکر کیا ہے جن سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے سلف کا شروع دور سے ہی یہ عقیدہ رہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھالیا تھااور اب تک ان کی موت واقع نہیں ہوئی ہے، اور جب آپ اس دنیا کی طرف دوبارہ لوٹائے جائیں گے تب آپ کی موت واقع ہوگی، حقیقت یہ ہے کہ یہ محض بعض سلف کا قول نہیں بلکہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

چناں چہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (ت ۳۲۴ھ) نے فرمایا: «أجمعت الأمة على أن الله سبحانه رفع عيسىٰ صلى الله عليه وسلم إلى السماء»[1] امت کا اجماع ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

اسی طرح ابن عطیہ رحمہ اللہ (ت ۵۴۲ھ) نے فرمایا: «أَجْمَعَتِ الأُمَّةُ عَلى ما تَضَمَّنَهُ الحَدِيثُ المُتَواتِرُ مِن أنَّ عِيسىٰ عَلَيْهِ السَلامُ في السَماءِ حَيٌّ، وأنَّهُ يَنْزِلُ في آخِرِ الزَمانِ»[2] حدیث متواتر کی دلالت کی وجہ سے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں، اور آخری زمانے میں اس سرزمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اسی طرح ابن حجر رحمہ اللہ (ت ۸۵۲ھ) نے فرمایا: «وَأَمَّا رَفْعُ عِيسَى فَاتَّفَقَ أَصْحَابُ الْأَخْبَارِ وَالتَّفْسِيرِ عَلَى أَنَّهُ رُفِعَ بِبَدَنِهِ حَيًّا»[3] عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان

---

[1] الإبانة عن أصول الديانة (ص:۱۱۵)

[2] تفسیر ابن عطیہ (۴۴۴/۱)

[3] التلخيص الحبير (۴۳۱/۳)

پر) اٹھائے جانے کے متعلق محدثین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ آپ کو جسم سمیت زندہ اٹھالیا گیا۔

ابن عجیبہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں فرمایا: «والإجماع على أنه لم يمُت»[1] اس بات پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا: «وَالْحَاصِل أَن رَفعه إِلَى السَّمَاء مُتَّفق عَلَيْهِ بَين جَمِيع الْمُسلمين وَجَمِيع النَّصَارَى، وَلم يَقع الْخلاف بَينهم إِلَّا فِي كَونه رفع قبل الصلب أَو بعد»[2] خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا تمام مسلمانوں اور نصرانیوں کے یہاں متفق علیہ امر ہے، ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، سوائے اس کے کہ پھانسی سے قبل اٹھائے گئے یا پھانسی کے بعد۔

ان تمام اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بجسد عنصری اٹھائے جانے پر سلف وخلف کا اجماع ہے، یہ کوئی ایسا مسئلہ ہے ہی نہیں کہ جس میں مزید اجتہاد، غور وخوض اور تفکر وتدبر کی ضرورت ہو، بلکہ اب اس ثابت شدہ اجماع کے بعد اس کے مخالف کسی قول کو اختیار کرنا قبیح بدعت اور بے انتہا جرات ہے۔

نیز اجماع کے تعلق سے یہ بات ہمیں بخوبی معلوم ہونی چاہیے کہ دین کے قطعی معاملات جو نص سے بھی ثابت ہوں، ان معاملات پر ہونے والے اجماع کی مخالفت کرنے والے کو علمانے کافر قرار دیا ہے، چناں چہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: «وَالتَّحْقِيقُ: أَنَّ الْإِجْمَاعَ الْمَعْلُومَ يَكْفُرُ مُخَالِفُهُ كَمَا يَكْفُرُ مُخَالِفُ النَّصِّ بِتَرْكِهِ»[3] درست بات یہ

---

[1] البحر المديد في تفسير القرآن المجيد (۳۵۹/۱)

[2] إرشاد الثقات (ص:۵۹)

[3] دیکھیے: مجموع الفتاویٰ (۲۶۹-۲۷۰/۱۹)

ہے کہ جس طرح نص کا مخالف نص کو چھوڑنے کی بناپر کافر ہوجاتا ہے اسی طرح معلوم اجماع کا مخالف بھی کافر ہو جاتا ہے۔

# حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک تاریخی دلیل

علامہ ثناء اللہ امر تسری رحمہ اللہ (ت ۱۹۴۸ء) نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک زبردست تاریخی دلیل دی ہے، آپ نے فرمایا: ''یہود و نصاری جو مسیح علیہ السلام کے حالات کو بچشم خود دیکھنے والے اور ایک دوسرے سے نسلاً بعد نسل سننے والے ہیں اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی دیے گئے، گو ان کے اتفاق کے نتائج مختلف ہوں۔ یہود کا نتیجہ تو بموجب تعلیم توریت (استثنا ۱۳ باب) فتح یابی ہے، اور عیسائیوں کا نتیجہ کفارۂ گناہ ہے۔ خیر اس کا یہاں ذکر نہیں، ہماری غرض صرف یہ ہے کہ دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی ہی دیے گئے۔

پس ان دونوں گروہوں کے اتفاق سے یہ امر بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ مسیح موت طبعی سے نہیں مرے، ورنہ ممکن نہ تھا کہ دونوں گروہوں سے ان کی موت مخفی رہتی، کیوں کہ یہود نصاریٰ سے زائد اور نصاریٰ یہودیوں سے بڑھ کر ان کے حالات کے متلاشی تھے۔ یہودیوں کی تو غرض تھی کہ وہ کسی طرح کہیں ملیں تو ان کو مزہ چکھائیں، عیسائیوں کو ان سے دلی محبت تھی اس لیے وہ ان کے حال کی تلاش میں سرگرم تھے، چناں چہ اناجیل مروجہ سے اس بات کا پتہ بآسانی ملتا ہے کہ عیسائیوں کو مسیح کے حالات سے کس قدر انسیت تھی کہ معمولی مشاغل چلنا پھرنا ان کا بھی قلم بند کر رکھا ہے۔ پھر اگر وہ طبعی موت سے مرتے تو ممکن نہیں کہ عیسائیوں کو اس کی خبر نہ ہوتی۔

علاوہ اس کے اگر مسیح حواریوں کو ملے اور اپنی موت سے مرے تو کیا اتنی دیر میں یہودیوں کو خبر نہ ہوئی کہ وہ اپنی ناکامیابی پر افسوس کر کے دوبارہ سعیٔ بلیغ کر کے کامیابی کرتے۔ حاصل یہ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا اس امر پر متفق ہونا کہ مسیح علیہ السلام موت طبعی سے فوت نہیں ہوئے ضرور قابل غور ہے''[1]۔

---

[1] تفسیر ثنائی (ص: ۲۱۱-۲۱۲)

علامہ ثناء اللہ امر تسری رحمہ اللہ کی بات بالکل واضح ہے کہ متفقہ طور پر یہود و نصاریٰ کے یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے اختتام کی کہانی صرف یہ ہے کہ آپ کو سولی دی گئی، اس کے علاوہ کسی اور چیز کا تذکرہ نہیں ملتا، اور چوں کہ سولی کی اس کہانی کی تکذیب قرآن کریم نے کر دی اور بتایا کہ سولی ان کے مشابہ کسی دوسرے شخص کو دی گئی تھی ان کو نہیں، تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باحیات ہیں ان کو اب تک موت نہیں آئی ہے۔

## بعض متاخرین اہل علم کے اقوال

(۱) امام طبری رحمہ اللہ (ت ۳۱۰ھ) نے «إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ» کے متعلق مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''ہمارے نزدیک ان اقوال میں سب سے صحیح قول ان لوگوں کا ہے جنھوں نے کہا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اے عیسیٰ! میں آپ کو زمین سے قبض کر کے اپنی طرف اٹھا رہا ہوں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی متواتر حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: «يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ» ''عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے''۔ پھر زمین میں اتر کر ایک مدت تک رہیں گے جس کی تعیین میں روایتوں کا اختلاف ہے، پھر آپ کی وفات ہو گی، مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کر دیں گے''[1]۔

(۲) امام قرطبی رحمہ اللہ (ت ۶۷۱ھ) نے فرمایا: ''صحیح بات یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے عیسیٰ علیہ السلام کو نیند اور وفات کے بغیر زندہ آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے۔ اس قول کے قائل حسن بصری اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم ہیں، اور اسی کو امام طبری نے راجح قرار دیا ہے، اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب سے وارد صحیح ترین قول یہی ہے، بعینہٖ ضحاک کا قول بھی یہی ہے''[2]۔

(۳) ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ (ت ۷۴۵ھ) نے فرمایا: «مَذْهَبُ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ عِيسَى حَيٌّ وَأَنَّهُ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ»[3] ''مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے''۔

---

[1] تفسیر طبری (۴۵۰/۵)

[2] تفسیر قرطبی (۴/۵۵)

[3] البحر المحیط (۲۰۴/۷)

(۴) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (ت ۸۵۲ھ) نے فرمایا: «عِيسَى قَدْ رُفِعَ وَهُوَ حَيٌّ عَلَى الصَّحِيحِ»[1] "صحیح قول کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے"۔

(۵) محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۳ھ) نے فرمایا: "قرآن کریم اور سنت متواترہ سے ثابت شدہ یہی ہے کہ اب تک عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی ہے، بلکہ وہ آسمان میں زندہ ہیں، اور اخیر زمانے میں اس امت میں نازل ہو کر خنزیر کو قتل، جزیے کو ختم اور مسیح دجال کو قتل کر دیں گے"[2]۔

(٦) سابق شیخ الازہر طنطاوی رحمہ اللہ (ت ۱۴۳۱ھ) نے فرمایا: "اس سلسلے میں بعض علما کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور اہل علم کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جسم اور روح کے ساتھ بغیر موت اور بغیر بے ہوشی زندہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے، اور آپ کا جسم کے ساتھ اٹھایا جانا اور ایک طویل مدت تک آسمان میں رہنا یہی آپ کی خصوصیت ہے۔ اور لفظ توفی کو موت کے معنی پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ دشمنوں کے گھیراؤ کے وقت آپ کو موت دے دینے میں کون سی خصوصیت ہے؟! اسی طرح یہ کہنا کہ آپ کی نعش کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا بالکل بے ہودہ بات ہے، کیوں کہ آسمان مردوں کی نعشوں کا قبرستان نہیں ہے، اور اگر صرف روح کے اٹھائے جانے والی بات سچ ہوتی تو پھر دیگر انبیاے کرام کے بمقابل آپ کی کیا خصوصیت رہ جاتی؟! کیوں کہ تمام انبیاے کرام کی پاک روحیں آسمانوں میں ہی ہیں۔ لہذا حق یہی ہے کہ آپ کو جسم کے ساتھ زندہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے،

---

[1] فتح الباری (۳۷۵/٦)

[2] العذب المنير من مجالس الشنقيطي في التفسير (٣/٢١٦)

چناں چہ جس طرح آپ کی پیدائش دنیا میں لوگوں کے لیے ایک ظاہری معجزہ تھی اسی طرح آپ کا اختتام بھی لوگوں کے لیے معجزہ ثابت ہوا"[1]۔

(۷) محمد خلیل ہراس رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۵ھ) نے فرمایا: "حق یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھالیا گیا ہے"[2]۔

(۸) ابو بکر جابر الجزائری رحمہ اللہ (ت ۱۴۳۹ھ) نے سورہ آل عمران آیت نمبر (۵۵) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف زندہ اٹھالیا، پھر آپ قیامت سے پہلے دنیا کی طرف تشریف لائیں گے، اور ایک مدت تک حکومت کرنے کے بعد آپ کو وہ موت آئے گی جسے اللہ نے ہر بشر کے لیے مقدر کیا ہے، اس لیے کہ اللہ آپ کو دو مرتبہ موت نہیں دے گا، یہ واضح دلیل ہے کہ آپ کو آسمان کی طرف بحالت حیات اٹھایا گیا ہے نہ کہ بحالت موت"[3]۔

(۹) سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی نے ایک فتویٰ میں لکھا جس پر ابن باز، عبداللہ بن قعود، عبداللہ بن غدیان اور عبدالرزاق عفیفی رحمہم اللہ کے دستخط ہیں: «يجب الإيمان بما يأتي: أولا: أن عيسى ابن مريم عليهما الصلاة والسلام رفع إلى السماء بجسده وروحه حيا، لم يمت حتى الآن، ولم يقتله اليهود ولم يصلبوه»[4] درج ذیل امور پر ایمان لانا واجب ہے، سب سے پہلی بات یہ کہ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام جسم و روح سمیت زندہ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے ہیں، ابھی تک ان کی موت نہیں ہوئی ہے، اور یہود نے نہ تو انھیں قتل کیا تھا اور نہ ہی پھانسی دی تھی۔

☆☆☆

---

[1] التفسیر الوسیط (۲/۱۲۲)

[2] شرح عقیدہ واسطیہ (ص: ۱۴۳)

[3] ایسر التفاسیر (۱/۳۲۴)

[4] فتاوى اللجنة الدائمة (۳/۳۳۳)

## رفع آسمانی کوئی ناممکن امر نہیں

ماضی قریب میں جن لوگوں نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کا انکار کیا ہے ان کے اس انکار کے جہاں متعدد مخفی اور غیر مخفی اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مغربی تہذیب اور مغربی علوم سے اتنا متاثر ہوئے کہ شریعت اسلامیہ کے امور کو عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی، اب جن امور کو ثابت کر سکے تو ٹھیک ورنہ انکار کی راہ اپنائی، ان ہی امور میں سے رفع آسمانی ہے، چوں کہ شرعی نصوص کے بغیر ناقص انسانی عقل کا اسے قبول کرنا تھوڑا مشکل ہے، اس لیے ان لوگوں نے تسلیم کی راہ نہ اپنا کر انکار کا سہارا لیا، تاکہ مغربیت زدہ لوگ ان سے خوش ہو سکیں، اور پھر مسلمانوں کو اپنے ہم آہنگ بنانے کے لیے کتاب وسنت اور اقوال سلف کو توڑ مروڑ کر اس باطل عقیدے کو باور کرانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

پھر اگر بات عیسیٰ علیہ السلام تک محدود ہوتی تو شاید ان کا جادو کام کر جاتا، لیکن پڑھنے کا ذوق رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ رفع آسمانی کا ذکر محض عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ اس کا تذکرہ دیگر لوگوں کے ساتھ بھی جڑ کر آیا ہے، اس لیے اس عقیدے کا انکار کرنے والوں کو خاص توجہ کبھی نہ مل سکی، ذیل میں دو ایسی مثالیں ذکر کی جا رہی ہیں جن میں رفع آسمانی کا ذکر کچھ دیگر شخصیات کے ساتھ جڑ کر آیا ہے:

**پہلی مثال:** ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِدۡرِيسَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقٗا نَّبِيّٗا ۝٥٦ وَرَفَعۡنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝٥٧﴾ [1] اور اس کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا بھی ذکر کریں، وہ بھی نیک کردار پیغمبر تھے، ہم نے انھیں بلند مقام پر اٹھا لیا۔

---

[1] سورۂ مریم (آیت نمبر: ٥٦-٥٧)

ادریس علیہ السلام کے بلند مقام پر اٹھائے جانے کے متعلق مجاہد بن جبر رحمہ اللہ نے فرمایا: «إِدْرِيسُ رُفِعَ وَلَمْ يَمُتْ، كَمَا رُفِعَ عِيسَى»[1] ادریس علیہ السلام کو اٹھالیا گیا، آپ کی موت واقع نہیں ہوئی، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: «ذُكِرَ أَنَّ اللَّهَ رَفَعَهُ وَهُوَ حَيٌّ إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ، فَذَلِكَ مَعْنَى قَوْلِهِ: {وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا} يَعْنِي بِهِ إِلَى مَكَانٍ ذِي عُلُوٍّ وَارْتِفَاعٍ»[2] مذکور ہے کہ اللہ نے بحالت حیات آپ کو چوتھے آسمان کی طرف اٹھا لیا، یہی اللہ کے قول: ﴿وَرَفَعْنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ کی تفسیر ہے، مراد یہ ہے کہ بلند اور مرتفع مقام کی طرف اٹھالیا۔

**دوسری مثال:** جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے، (اس وقت) رسول اللہ ﷺ بارہ انصاری صحابہ کے ساتھ ایک طرف موجود تھے، ان ہی میں ایک طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مشرکین نے انھیں گھیر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”ہماری طرف سے کون لڑے گا“؟ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم جیسے ہو ویسے ہی رہو“۔ پھر ایک دوسرے انصاری صحابی نے کہا: اللہ کے رسول! میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم (ان سے لڑو)۔ وہ لڑے یہاں تک کہ شہید کر دیے گئے۔ پھر آپ نے مڑ کر (سب پر) ایک نظر ڈالی تو مشرکین موجود تھے، آپ نے پھر آواز لگائی: ”قوم کی کون حفاظت کرے گا“؟ طلحہ رضی اللہ عنہ (پھر) بولے: میں حفاظت کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ”تم جیسے ہو ویسے ہی رہو“، پھر دوسرے انصاری صحابی نے کہا: اللہ کے رسول! میں قوم کی

---

[1] تفسیر طبری (۱۵/ ۵۶۳) اس کی سند صحیح ہے۔

[2] تفسیر طبری (۱۵/ ۵۶۲)

حفاظت کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ''تم (لڑو ان سے)''، پھر وہ صحابی لڑے اور شہید ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ برابر ایسے ہی پکارتے رہے اور کوئی نہ کوئی انصاری صحابی ان مشرکین کے مقابلے کے لیے میدان میں اترتے اور نکلتے رہے اور اپنے پہلوں کی طرح لڑ لڑ کر شہید ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ہی باقی رہ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آواز لگائی۔ ''قوم کی کون حفاظت کرے گا''؟ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کروں گا۔ (یہ کہہ کر) پہلے گیارہ (شہید ساتھیوں) کی طرح مشرکین سے جنگ کرنے لگ گئے، یہاں تک کہ ہاتھ پر ایک کاری ضرب لگی اور انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ انہوں نے کہا: «حس» یعنی اف۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَوْ قُلْتَ بِسْمِ اللهِ لَرَفَعَتْكَ الْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ، ثُمَّ رَدَّ اللَّهُ الْمُشْرِكِينَ» ''اگر تم «بسم اللہ» کہتے تو فرشتے تمھیں اٹھا لیتے اور لوگ دیکھ رہے ہوتے''، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو واپس کر دیا (یعنی وہ مکہ لوٹ گئے)[1]۔

امام طبرانی کی "المعجم الأوسط" میں یہ اضافہ ہے: «يَا طَلْحَةُ، لَوْ قُلْتَ: بِسْمِ اللهِ، أَوْ ذَكَرْتَ اللَّهَ لَرَفَعَتْكَ الْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ، حَتَّى تَلِجَ بِكَ فِي جَوِّ السَّمَاءِ»[2] اگر تم «بسم اللہ» کہتے یا اللہ کو یاد کرتے تو فرشتے تمھیں اٹھا لیتے اور لوگ دیکھ رہے ہوتے، یہاں تک کہ تمھیں لے کر فضائے آسمان میں داخل ہو جاتے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کا کسی بندے کو زندہ آسمان پر اٹھانا کوئی ناممکن امر نہیں ہے، ورنہ نبی ﷺ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نہ کہتے۔

لہذا یہ دونوں مثالوں واضح کرتی ہیں کہ رفع آسمانی کوئی ناممکن امر نہیں ہے کہ اس کا یوں ہی انکار کر دیا جائے۔

☆☆☆

[1] سنن نسائی (حدیث نمبر: ۳۱۴۹) شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

[2] المعجم الأوسط (۸/۳۰۴، حدیث نمبر: ۸۷۰۴)
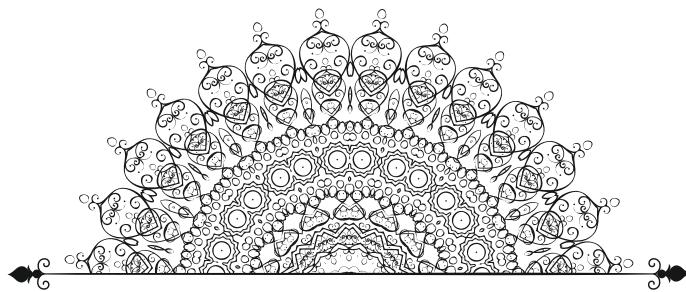
# باب دوم

## شبہات اور جوابات
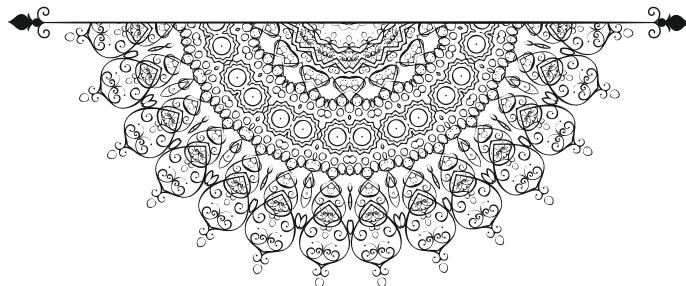
# منکرانِ رفع عیسیٰ علیہ السلام بحالت حیات

کتاب وسنت اور اجماع امت سے یہ عقیدہ ثابت شدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا گیا، اس کے باجود بعض متاخرین نے اس کا انکار کیا، بلکہ ان میں سے اکثر نے قربِ قیامت آپ کے نزول کا بھی انکار کیا ہے، ان میں سے بیشتر محمد عبدُہ (ت ۱۹۰۵ء) کے شاگرد ہیں، جیسے محمود شلتوت، مصطفی مراغی، رشید رضا اور احمد شلبی وغیرہ[1]۔

ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہود نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بچالیا، پھر آپ ایک مدت تک زندہ رہے یہاں تک کہ آپ کی طبعی موت ہوئی، اور آپ کی روح کو آسمان کی طرف تمام انبیاے کرام کی روحوں کی طرح اٹھالیا گیا۔

بلکہ محمد عبدُہ نے تو کذب بیانی کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قول کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے[2]، حالاں کہ آپ نے گزشتہ سطور میں دیکھا کہ امت کا آپ کی حیات پر اجماع ہے۔

ان لوگوں نے اپنی اس گم راہ فکر کو اپنی تالیفات اور تصنیفات کے ذریعے عوام الناس کے درمیان نشر کیا، جس کی وجہ سے عالم اسلام میں بہت سے عوام وخواص ان کی اس فکر سے متاثر ہوئے۔

ہندوستان میں اس گم راہ فکر کو رواج دینے والے سر سید احمد خان (ت ۱۸۹۸ء) اور مرزا غلام احمد قادیانی (ت ۱۹۰۸ء) ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی نے تو اس باطل عقیدے کو اس لیے

---

[1] رفع عیسی ونزوله في آخر الزمان (۲۹۸/۱)

[2] تفسیر المنار (۳۱۶/۳)

ترویج دی تاکہ وہ خود کو مسیح موعود ثابت کرسکے ،البتہ سر سید احمد خان چوں کہ عقلانیت کی طرف زیادہ مائل تھے اس وجہ سے وہ رفع عیسیٰ کو ہضم نہ کرپائے اور انکار کی راہ اپنائی۔

علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے تو سر سید احمد خان کو مسئلۂ وفات مسیح کا موجد اور مرزا غلام احمد قادیانی کو اس مسئلے میں ان کا متبع اور پیرو قرار دیا ہے[1]۔ یہ بات درست بھی معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ محمد ضیاء الدین کردی نے اپنی کتاب بنام ((**عقيدة الإسلام في رفع سيدنا عيسى ونزوله عليه السلام في آخر الزمان وبعض أشراط الساعة العظام**))[2] میں مختلف تاریخی تحریروں اور دلائل میں موافقت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ محمد عبدُہ اور رشید رضا وغیرہ نے اس فاسد عقیدے کو سر سید احمد خان اور مرزا غلام احمد قادیانی ہی سے اخذ کیا ہے۔

ان ہی لوگوں کی وجہ سے یہ غلط عقیدہ اسلامی معاشرے میں منتشر ہوا، ورنہ سلف سے خلف تک سارے لوگ اسی بات کے معتقد تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ جسم وروح سمیت آسمان کی طرف اٹھالیا گیا ہے۔

اس سے ایک بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انکار حیات عیسیٰ کا عقیدہ سلف صالحین کا بالکل بھی نہیں ہے، اور نہ ہی ان کے متبعین کا ہے، بلکہ یہ بعض متاخرین کی ایجاد ہے، جو آج سے محض سو دو سو سال پہلے مظہر وجود میں آئے، اس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے جو اس عقیدے کو سلف کی طرف منسوب کرکے ایک طرف سلف صالحین پر تہمت اور کذب بیانی کررہے ہیں تو دوسری طرف عوام الناس کو کتاب وسنت اور اجماع امت سے دور کرکے انھیں راہ راست سے بھٹکانے کی کوشش کررہے ہیں۔

---

[1] دیکھیے: تفسیر ثنائی (ص: ۲۱۱)

[2] عقيدة الإسلام (ص: ۲۸٦-۲۹۰)

طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے خود سے ایک عقیدے کو گھڑ کر کتاب وسنت اور اقوال سلف میں اس کے موافق دلائل تلاش کرنے کی کوشش کی، مگر جب صریح و صحیح دلائل انھیں نہ مل سکے تو ضعیف اور غیر صریح دلائل کا سہارا لیا، اور متعدد شبہات کے شکار ہو گئے، جیسا کہ ان کے دلائل اور شبہات کے بارے میں تفصیلی گفتگو آئندہ سطور میں آرہی ہے۔

## پہلا شبہ اور اس کا جواب

جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل نہیں ہیں وہ بار بار یہ ذکر کرتے ہیں کہ یہ نصرانیوں کا عقیدہ ہے، اس لیے مسلمانوں کو ان کے اس عقیدے میں ان کی موافقت نہیں کرنی چاہیے۔ اور کچھ لوگ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے یہ عقیدہ ان ہی نصرانیوں سے اخذ کیا ہے۔

اس شبہے کے تین جوابات دیے جاسکتے ہیں:

**پہلا جواب:** یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا عقیدہ مسلمانوں اور نصرانیوں کے یہاں یکساں نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جب دشمنوں نے آپ کو قتل کرنا چاہا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا، لیکن نصرانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے پہلے آپ کو وفات دی پھر آپ کو آپ کی قبر سے آسمان کی طرف اٹھایا[1]۔

اس سے واضح ہوتا کہ جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں وہ نصاریٰ کے موافق نہیں ہیں، بلکہ وہ لوگ نصرانیوں کی موافقت کر رہے ہیں جو بحالت موت آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں۔

**دوسرا جواب:** یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ بحالت حیات رفع عیسیٰ علیہ السلام کے معتقد ہیں انھوں نے عیسائیوں کے اناجیل اربعہ سے اپنی دلیل پیش نہیں کی ہے، کہ انھیں ان کا موافق قرار دیا جائے، بلکہ ان کی دلیلیں کتاب وسنت اور اجماع امت ہیں، بنا بریں انھیں نصاریٰ کی موافقت کرنے والا قرار دینا سراسر ناانصافی، ظلم اور عوام الناس سے حقیقت کو چھپانے کی ناپاک کوشش ہے۔

---

[1] دیکھیے: دراسات في اليهودية والنصرانية از سعود خلف (ص: ۱۷۵)

**تیسرا جواب:** یہ ہے کہ اگر رفع عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مسلمانوں کو نصرانیوں کا موافق کہا جائے گا تو مسلمان سارے ادیان کے موافق اور ہم نوا قرار پائیں گے، کیوں کہ مسلمانوں کا کوئی نہ کوئی عقیدہ کسی نہ کسی دین کے موافق ضرور ہوگا۔ تو کیا ایسی صورت میں ہم اپنے عقائد سے دست برداری کا اعلان کر دیں؟!

مثال کے طور پر وجود باری تعالیٰ کے یہود و نصاری بھی معتقد ہیں تو کیا ہم وجود باری تعالیٰ کا انکار کر دیں؟! موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے یہود قائل ہیں تو کیا ہم نبوت موسیٰ کے منکر ہو جائیں؟! نبوت عیسیٰ کے نصاریٰ معتقد ہیں تو کیا ہم نبوت عیسیٰ کے منکر ہو جائیں؟! وغیرہ وغیرہ۔

معلوم ہوا کہ محض کسی عقیدے اور حکم کا کسی دوسرے مذہب میں پایا جانا ہمارے لیے اس کے انکار کا جواز نہیں بن سکتا ہے، بلکہ ہمیں اپنے دین اور دلائل کے مطابق اعتقاد اور عمل کو انجام دینا ہے، پھر چاہے وہ کسی کے موافق ہو یا مخالف۔

دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ موافقت اور مخالفت کا انحصار کتاب وسنت کے دلائل پر مبنی ہے، اپنی خواہشات اور رائے پر نہیں، اسی وجہ سے اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر جب یہود کی مخالفت میں حائضہ عورتوں سے ہمبستری کے جواز پر بات کی تو نبی کریم ﷺ کا چہرہ بدل گیا، حتی کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں لگا کہ آپ ﷺ ان دونوں سے ناراض ہو گئے[1]۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کی وجہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: «**وتغيّر وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم من قول أُسيد بن حضير وعبّاد بن بشر رضي الله عنهما إنما كان ليُبيّن أن الحامل على مشروعيّة الأحكام**

---

(1) صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۳۰۲/۶۹۴)

إنما هو أمر الله تعالى ونهيه، لا مخالفة أحد، ولا موافقته كما ظنّا»[1] اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کی بات کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اس لیے بدلا کیوں کہ آپ بتانا چاہتے تھے کہ احکام کی مشروعیت کا دار ومدار اللہ تعالیٰ کے امر و نہی پر ہے، نہ کہ کسی کی موافقت یا مخالفت پر، جیسا کہ دونوں صحابی نے سمجھا تھا۔

اسی طرح صاحب تحفہ علامہ عبد الرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ نے فرمایا: «(فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ) أَيْ تَغَيَّرَ؛ لِأَنَّ تَحْصِيلَ الْمُخَالَفَةِ بِارْتِكَابِ الْمَعْصِيَةِ لَا يَجُوزُ»[2] آپ ﷺ کا چہرہ اس لیے بدلا کیوں کہ معصیت کا ارتکاب کر کے مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح محمد بن علی بن آدم اثیوبی رحمہ اللہ نے فرمایا: «وإنما تغيّر وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم من قولهما هذا؛ لمخالفته نصّ كتاب الله، حيث قال: {فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ}» دونوں صحابی کی اس بات کی بنا پر نبی ﷺ کا چہرہ اس لیے بدلا کیوں کہ ان دونوں کی بات کتاب اللہ کے نص کے خلاف تھی، چناں چہ اللہ نے فرمایا: حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو[3]۔

حدیث سے اس مثال اور اس پر علما کی تعلیقات سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی امر شریعتِ اسلامیہ کے نصوص سے ثابت شدہ ہو تو محض اس وجہ سے اس کا ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اہل باطل بھی اس کے معتقد اور قائل ہیں۔

---

[1] المفہم (۵۱۶/۱)

[2] تحفۃ الاحوذی (۲۵۶/۸)

[3] البحر المحيط الثجاج (۴۱۷/۷)

## دوسرا شبہ اور اس کا جواب

اس مسئلے میں منکرین کو سب سے بڑا اشکال سورۂ آل عمران کی آیت ﴿إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ﴾[1] اور سورۂ مائدہ کی آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾[2] میں وارد لفظ «توفی» سے ہے، ان کا کہنا ہے کہ لفظ توفی کا معنی عربی زبان میں موت دینا ہے، اس لیے ان دونوں آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔

اس اشکال کا جواب دینے سے قبل یہ بات توجہ طلب ہے کہ کیا سلف عظام اور مفسرین کرام کو ان دونوں آیتوں کا علم نہیں تھا؟ اگر تھا (اور یقیناً تھا) تو اس کے باوجود کیسے اس بات پر اجماع ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی ہے، بلکہ زندہ انھیں آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے ؟! اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہیں وہ سلف سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور قرآن کریم کو سلف کی فہم کی بجائے اپنی ناقص عقل سے سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں، بلکہ ان کے یہاں سلف کی فہم اور ان کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلف کو بھی ان دونوں آیتوں کا علم تھا، اس کے باوجود بھی ان میں سے کسی کا عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا نہیں تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص سراسر ضلالت اور گمراہی میں ہے جو ان دونوں آیتوں سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرنے کی سعیٔ مذموم کر رہا ہے، اب آیئے دیکھتے ہیں کہ سلف نے ان دونوں آیتوں کو کیسے سمجھا ہے۔

---

[1] سورۂ آل عمران (آیت نمبر: ۵۵)

[2] سورۂ مائدہ (آیت نمبر: ۱۱۷)

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لفظ توفی عربی زبان میں صرف موت دینے کے معنی میں نہیں آتا، بلکہ موت دینے کے ساتھ ساتھ کئی معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسے کسی چیز کو مکمل طور پر لے لینا وغیرہ۔

اور یہ ہمارے مفسرین کرام کی امانت داری ہے کہ انھوں نے اس لفظ کے تمام معانی کو سامنے رکھتے ہوئے قرآنی آیات کی تفسیر کی ہے، صرف ایک معنی پر اکتفا نہیں کیا ہے، جیسا کہ دور حاضر میں بعض تعصب پسند حضرات کرتے ہیں۔ چناں چہ جن مفسرین نے ان آیات میں توفی کو حقیقی موت کے معنی میں سمجھا ہے انھوں نے ان آیات کی تفسیر کچھ یوں کی ہے:

**(۱) «توفی» نفسانی خواہشات کو موت دینے کے معنی میں:** کچھ مفسرین جیسے ابو بکر واسطی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا کہ ان دونوں آیات میں (توفی) سے عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کی موت مراد نہیں ہے، بلکہ آپ کی نفسانی خواہشات کی موت مراد ہے۔

اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو باحیات آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد انھیں ان فرشتوں کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنی تھی جن کے یہاں نفسانی خواہشات کا داعیہ موجود نہیں ہے، لہذا اگر آپ کی نفسانی خواہشات کو ختم نہ کیا جاتا تو ان کے درمیان رہ کر آپ کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا، اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی نفسانی خواہشات کو موت دے کر (یعنی ختم کر کے) آسمان کی طرف اٹھایا، اور لفظ «توفی» سے اس معنی کی طرف اشارہ کیا[1]۔

**(۲) «توفی» بطور تشبیہ:** کچھ مفسرین کا ماننا ہے کہ ان دونوں آیات میں لفظ (توفی) کو بطور تشبیہ استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت حیات

---

[1] مفاتیح الغیب (۸/۲۳۷)، محاسن التاویل (۲/۳۲۴)

آسمان کی طرف اٹھالیا گیا اور ان کا اہل دنیا سے تعلق منقطع ہو گیا تو وہ اہل دنیا کے حق میں فوت شدہ لوگوں کے مثل ہو گئے[1]۔

**(۳) «توفی» کچھ وقت کی حقیقی موت دینے کے معنی میں:** بعض مفسرین نے ان دونوں آیات میں لفظ (توفی) کی تفسیر بایں طور کی ہے کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں کچھ وقت تک کے لیے وفات دی، پھر آپ کو زندہ کر کے آسمان کی طرف اٹھا لیا، چناں چہ وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تین گھڑیوں کی حقیقی موت دی، پھر آپ کو زندہ کر کے بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھالیا، اور ایک روایت میں تین دن کا ذکر آیا ہے[2]۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے، البتہ انھوں نے تین گھڑیوں کی بجائے سات گھڑیوں کی بات کہی ہے[3]۔

لیکن امام قرطبی رحمہ اللہ نے وہب بن منبہ کے اس قول کی تردید کی ہے، آپ نے فرمایا: «وَهَذَا فِيهِ بُعْدٌ، فَإِنَّهُ صَحَّ فِي الْأَخْبَارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُزُولُهُ وَقَتْلُهُ الدَّجَّالَ»[4] یہ بعید بات ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کی احادیث میں آپ کا نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا صحیح طور پر ثابت ہے۔

اسی طرح امام شوکانی نے بھی اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے[5]۔

---

[1] اللباب (۵/۲۶۶)، الکشاف (۱/۳۶۶)، ایسر التفاسیر (۱/۳۲۲)

[2] تفسیر ابن ابو حاتم (۲/۶۶۱، حدیث نمبر: ۳۵۸۱) اس اثر کی سند ضعیف ہے، کیوں کہ محمد بن اسحاق کے شیخ مبہم ہیں۔

[3] مفاتیح الغیب (۸/۲۳۸)

[4] تفسیر قرطبی (۴/۱۰۰)

[5] فتح القدیر (۱/۳۹۵)

**(۴) «توفی» حقیقی موت دینے کے معنی میں:** کچھ مفسرین کا کہنا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں (توفی) کا معنی حقیقی موت دینا ہی ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو کب اور کیسے وفات دے گا اس بات کا ذکر یہاں نہیں ہے۔ بلکہ اس بات کا تذکرہ دوسری دلیلوں میں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اس دنیا میں دوبارہ بھیجنے کے بعد وفات دے گا، گویا کہ آیات میں اجمالی طور پر آپ کی وفات کا تذکرہ ہے، جس کو احادیث میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے[1]۔اور ایسی صورت میں آیت میں تقدیم وتاخیر لازم آئے گی، جس کی تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے۔

یہ وہ چار تفسیریں ہیں جنھیں ان مفسرین نے بیان کیا ہے جو دونوں آیتوں میں لفظ (توفی) کو حقیقی موت دینے کے معنی میں سمجھتے ہیں، ان کی ان تفسیروں سے واضح ہے کہ (توفی) کو حقیقی موت دینے کے معنی میں سمجھنے سے لازم نہیں آتا کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت موت آسمان کی طرف اٹھایا تھا، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص بضد ہے کہ ان آیات میں وفات عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل ہے تو ہمارا ان سے یہ کہنا ہے کہ آپ اپنی یہ تفسیر اور اپنا یہ فہم اپنے پاس رکھیں، ہمارے لیے تو سلف صالحین کا وہ فہم کافی ہے جو علم وحکمت سے پر اور صواب ودرستگی کے زیادہ قریب ہے۔

کچھ مفسرین ایسے بھی ہیں جنھوں نے ان دونوں آیات میں لفظ «توفی» کو حقیقی موت دینے کے معنی میں نہیں لیا ہے، بلکہ لغت عربی میں لفظ (توفی) کے جو دیگر معانی ذکر کیے

---

[1] مفاتیح الغیب (۸/۲۳۷)

جاتے ہیں ان ہی کے مطابق ان آیات کی تفسیر کی ہے، ذیل میں ان میں سے بعض کا ذکر کیا جارہا ہے:

**(ا)(مُتَوَفِّيكَ) کسی چیز کو مکمل طور پر لینے کے معنی میں:** بعض اہل تفسیر کا کہنا ہے کہ ان دونوں آیات میں لفظ (توفی) کا معنی عیسیٰ علیہ السلام کو مکمل طور پر اپنی اور لینا ہے، کیوں کہ عربی لغت میں (توفيت كذا، واستوفيته) اس وقت کہا جاتا ہے جب انسان کسی چیز کو مکمل طور پر لے لے[1]۔

لفظ (توفی) کا یہ لغوی مفہوم قرآن کریم میں بھی بکثرت استعمال ہوا ہے، تصدیق کے لیے اللہ کے درج ذیل فرامین مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

**(أ)** اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا تُرۡجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفۡسٖ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ ٢٨١﴾[2] اور اس دن سے بچو جس دن اللہ کی طرف پلٹائے جاؤ گے، پھر ہر کسی کو اس کی کمائی کا پورے کا پورا بدلہ دے دیا جائے گا، اور لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

**(ب)** اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّۚ وَمَن يَغۡلُلۡ يَأۡتِ بِمَا غَلَّ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفۡسٖ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ ١٦١﴾[3] کسی نبی کی شان کے مطابق ہی نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو کوئی خیانت کرے گا قیامت والے دن اس چیز کو لائے گا جسے خیانت کے ذریعے لیا تھا، پھر ہر کوئی پورے کا پورا وہ کچھ پالے گا جو اس نے کمایا تھا، اور لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] غریب القرآن از ابن قتیبہ (ص: ۲۳)، تفسیر بغوی (۲/۲۵)، زاد المسیر (۱/۲۸۷)

[2] سورۂ بقرہ (آیت نمبر: ۲۸۱)

[3] سورہ آل عمران (آیت نمبر: ۱۶۱)

(ج) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَٰدِلُ عَن نَّفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝١١١﴾ [1] جس دن ہر شخص اپنے ہی لیے جھگڑتا ہوا آئے گا، اور ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

(د) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝٣٠﴾ [2] تاکہ اللہ انھیں ان کا بدلہ پورے کا پورا دے دے، اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے، بے شک وہ بڑا بخشنے والا انتہائی قدر دان ہے۔

(ہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝٧٠﴾ [3] ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا تھا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔

(و) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا۟ ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَٰلَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝١٩﴾ [4] ہر ایک کے لیے اپنے اعمال کے مطابق درجے ہیں، تاکہ اللہ انھیں ان کے اعمال کا پورے کا پورا بدلہ دے دے، اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

(ز) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَوْفُوا۟ ٱلْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُخْسِرِينَ ۝١٨١﴾ [5] پیمانہ پورے کا پورا دو، اور کم دینے والے نہ بنو۔

---

[1] سورۂ نحل (آیت نمبر: ۱۱۱)

[2] سورۂ فاطر (آیت نمبر: ۳۰)

[3] سورۂ زمر (آیت نمبر: ۷۰)

[4] سورۂ احقاف (آیت نمبر: ۱۹)

[5] سورۂ شعراء (آیت نمبر: ۱۸۱)

ان تمام آیات کریمہ میں (توفی) اور اس کے اشتقاقات کسی چیز کو مکمل طور پر لینے یا دینے کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں، جن سے دو باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں:

**پہلی بات:** جو لوگ بھی عوام الناس کو یہ کہہ کر گم راہ کرتے ہیں کہ پورے قرآن میں «توفی» اور اس کے مشتقات صرف اور صرف موت کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں وہ یا تو خود ان آیات سے لاعلم ہیں یا جان بوجھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

**دوسری بات:** جن مفسرین نے سورۂ آل عمران کی آیت میں (مُتَوَفِّيكَ) کا معنی وفات کے علاوہ پورا پورا لینے کا کیا ہے وہ حق بجانب ہیں اور قرآن کی تفسیر قرآن سے کر رہے ہیں، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: لفظ «تَوَفِّي» بذاتِ خود جسم کے بغیر روح اور جسم و روح دونوں کی وفات پر دلالت نہیں کرتا، الا یہ کہ کوئی منفصل قرینہ ہو[1]۔

لہذا ان مفسرین کو بے جا تاویل کرنے والے کہنا ان پر سب و شتم کرنے اور تہمت لگانے کے مترادف ہے۔

البتہ ایسی صورت میں صرف ایک اشکال باقی رہ جاتا ہے وہ یہ کہ اگر لفظ (مُتَوَفِّيكَ) کو پورا پورا لینے کے معنی میں سمجھا جائے تو لفظ (مُتَوَفِّيكَ) اور لفظ (رَافِعُكَ إِلَيَّ) دونوں میں معنوی تکرار لازم آئے گی، تو اس کا جواب یہ ممکن ہے کہ لفظ (مُتَوَفِّيكَ) صرف اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ رب العالمین عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی اور لے لے گا، مگر اپنی اور لینے کی کیفیت اس لفظ سے معلوم نہیں ہو رہی ہے، اسی لیے کیفیت کی وضاحت کی خاطر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (رَافِعُكَ إِلَيَّ) کہا کہ میں آپ کو بحالت حیات اپنی طرف اٹھالوں گا[2]۔

---

[1] مجموع الفتاویٰ (۳۲۳/۴)

[2] مفاتیح الغیب (۲۳۸/۸)

**(۲)«مُتَوَفِّيكَ» نیند دینے کے معنی میں:** بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں (مُتَوَفِّيكَ) سے مراد نیند دینا ہے۔ یعنی اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو نیند میں آسمان کی طرف اٹھایا ہے، اس قول کے قائل ربیع بن انس ہیں، اور حسن بصری سے بھی یہ منقول ہے[1]۔

مفسرہ کاملہ کواری نے اس تفسیر کو راجح قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ زمین سے آسمان کی طرف منتقل ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے، کیوں کہ ایک تو مسافت بہت زیادہ ہے، دوسرے یہ کہ آسمان میں اور اسی طرح زمین و آسمان کے درمیان ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ انسان ان کا متحمل نہیں ہے، اس لیے اللہ نے آپ کو نیند کی حالت میں آسمان کی طرف اٹھایا[2]۔

کچھ لوگوں نے اس تفسیر پر اعتراض کیا کہ پورے قرآن میں (توفی) اور اس کے اشتقاقات صرف موت کے معنی میں آئے ہیں، لہذا یہاں نیند کا معنی کرنا مذموم تاویل ہے۔ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ لفظ «توفی» قرآن میں نیند کے معنی میں بھی وارد ہوا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَهُوَ ٱلَّذِى يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُم بِٱلنَّهَارِ ثُمَّ يَبۡعَثُكُمۡ فِيهِ لِيُقۡضَىٰٓ أَجَلٞ مُّسَمّٗى﴾[3] (اللہ) وہ ہے جو رات میں تمھاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے، اور جو کچھ تم نے دن میں کیا وہ سب جانتا ہے، پھر وہ تم کو اس میں جگاتا ہے تاکہ مقررہ وقت پورا کیا جاسکے۔

---

[1] تفسیر بغوی (۲/۴۶)، تفسیر ابن کثیر (۳۹/۲)، تفسیر غریب القرآن کاملہ کواری (۳/۵۵)، اضواء البیان (۱/۲۰۱)

[2] تفسیر غریب القرآن کاملہ کواری (۳/۵۵)

[3] سورۂ انعام (آیت نمبر: ۶۰)

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ (توفی) کو استعمال فرما کر انسانوں کی جانوں کو ان کی نیند کی حالت میں اس طرح اپنے قبضے میں لینے کا ذکر فرمایا ہے جس میں ان کی موت تو واقع نہیں ہوتی لیکن وہ گویا مردے کی طرح ہی ہوتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ ٱلَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝﴾ [1] اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انھیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انھیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کسی جان کو پورے کا پورا قبضے میں لینا اس کی موت ہی کی صورت میں نہیں ہوتا ہے، بلکہ سونے والے شخص کی جان یعنی روح کو بھی اللہ بغیر موت دیے پوری طرح سے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے، اور اسی کیفیت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لفظ (یَتَوَفَّی) سے تعبیر کیا ہے۔

موت اور نیند کے درمیان اسی تعلق کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ نے نیند کو موت کے مشابہ قرار دیا ہے، چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «النَّوْمُ أَخُو الْمَوْتِ، وَلَا يَنَامُ أَهْلُ الْجَنَّةِ» [2] نیند موت کے مثل ہے، اس لیے جنت والے نہیں سوئیں گے۔

---

[1] سورۂ زمر (آیت نمبر: ۴۲)

[2] المعجم الأوسط از طبرانی (۸/۳۴۲، حدیث نمبر: ۸۸۱۶)، شعب الایمان از بیہقی (۶/۴۰۹، حدیث نمبر: ۴۳۱۲) شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: سلسلہ صحیحہ (۳/۷۴، حدیث نمبر: ۱۰۸۷)

**(۳)«مُتَوَفِّيكَ» دنیوی عمر مکمل کرنے کے معنی میں:** بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ ان دونوں آیات میں لفظ «توفی» سے مراد یہ ہے کہ اللہ رب العالمین عیسیٰ علیہ السلام کی دنیوی عمر کو مکمل کرے گا، اور آپ کی دنیوی عمر اس وقت مکمل ہو گی جب آپ اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے، اس کے بعد اللہ رب العالمین آپ کو طبعی موت عطا کرے گا[1]۔

**(۴)«مُتَوَفِّيكَ» اعمال کی قبولیت کے معنی میں:** بعض مفسرین نے کہا کہ یہاں لفظ (توفی) کا معنی یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں آپ کے اعمال کو مکمل طور پر قبول کر رہا ہوں، گویا (**مُتَوَفِّيكَ**) کہہ کر عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے اعمال کی قبولیت کی خوش خبری دی جا رہی ہے[2]۔

یہ چند تعلیلات و توجیہات ہیں جنھیں ان مفسرین نے ذکر کیا ہے جو (توفی) کا معنی غیر وفات لیتے ہیں۔

مفسرین کی جانب سے لفظ (توفی) کی یہ تمام تفسیریں واضح کرتی ہیں کہ ان میں سے کسی بھی مفسر کا ہر گز عقیدہ نہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو حالت ممات میں آسمان کی طرف اٹھایا، ان مفسرین کا بھی جنھوں نے لفظ (توفی) کو حقیقی موت دینے کے معنی میں لیا ہے، اور ان مفسرین کا بھی جنھوں نے لفظ (توفی) کو غیر وفات کے معنی میں لیا ہے۔

---

[1] اللباب (۵/۲۶۵)، الکشاف (۱/۳۶۶)، ایسر التفاسیر (۱/۳۲۲)

[2] مفاتیح الغیب (۸/۲۳۸)

## تیسرا شبہ اور اس کا جواب

اس مسئلے میں منکرین کو ایک اور شبہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب اس قول سے ہے جسے علی بن ابو طلحہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے (مُتَوَفِّيكَ) کی تفسیر (مميتك) سے کی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت موت آسمان پر اٹھائے جانے کا عقیدہ رکھنے والوں کا زیادہ تر دار و مدار اسی اثر پر موقوف ہے، ذیل میں اس تعلق سے چند اہم نکات پیش کیے جا رہے ہیں:

(۱) سب سے پہلی بات یہ کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کا ثبوت بعض اہل علم کے یہاں محل نظر ہے، کیوں کہ اس قول کو ان سے روایت کرنے والے علی بن ابو طلحہ ہیں، جیسا کہ عبد الرحمن بن ابو حاتم نے اپنی تفسیر[1] میں، ابن منذر نے اپنی تفسیر[2] میں، اور امام طبری نے اپنی تفسیر[3] میں اس قول کو: معاوية بن صالح، عن علي بن أبي طلحة، عن عبد الله بن عباس رضی الله عنهما کی سند سے ذکر کیا ہے، اسی طرح اس قول کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح[4] میں معلقاً (یعنی بغیر سند) ذکر کیا ہے۔

لیکن علی بن ابو طلحہ کا سماع عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ عبد الرحمن بن ابو حاتم نے اپنی کتاب «المراسيل» میں فرمایا کہ میں نے اپنے والد (ابو حاتم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے دحیم کو کہتے ہوئے سنا ہے: «إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَلْحَةَ لَمْ

---

[1] تفسیر ابن ابو حاتم (۶۶۱/۲، حدیث نمبر: ۳۵۸۰)

[2] تفسیر ابن المنذر (۲۲۱/۱، حدیث نمبر: ۵۲۷)

[3] تفسیر طبری (۵/۴۵۰)

[4] صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ﴿مَا جَعَلَ ٱللَّهُ مِنۢ بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ﴾

يَسْمَعْ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ التَّفْسِيرَ»[1] علی بن ابو طلحہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر نہیں سنی ہے۔

اس کے بعد عبد الرحمن بن ابو حاتم نے مزید کہا کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا: «عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مُرْسَلٌ، إِنَّمَا يَرْوِي عَنْ مُجَاهِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَرَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ»[2] علی بن ابو طلحہ کی روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرسل ہے، کیوں کہ وہ مجاہد، قاسم بن محمد، راشد بن سعد اور محمد بن زید کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔

البتہ بعض محققین کی تحقیق یہ ہے کہ علی بن ابو طلحہ کی تفسیری روایت مجاہد بن جبر یا سعید بن جبیر کے واسطے سے ہونے کی وجہ سے متصل ہے[3]، وہیں بعض کا یہ ماننا ہے کہ علی بن ابو طلحہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تفسیر ان سے وجادۃ حاصل کی ہے، یعنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس تفسیر کو اپنے پاس لکھ کر رکھا تھا جسے علی بن ابو طلحہ نے حاصل کر کے ان سے روایت کی ہے[4]۔

اسی بنا پر بہت سارے محدثین جیسے امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام ابو حاتم وغیرہ نے اس تفسیر کو درست مانا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔

(۲) دوسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ واحد قول نہیں ہے کہ صرف اسی کا ورد کیا جاتا رہے، بلکہ اس قول کے علاوہ ان کے

---

[1] المراسیل (ص: ۱۴۰، قول نمبر: ۵۰۷)

[2] المراسیل (ص: ۱۴۰، قول نمبر: ۵۰۸)

[3] تفصیل کے لیے دیکھیے: الاتقان للسیوطی (۴/ ۲۳۷) الصحیح المسبور من التفسیر بالماثور (ص: ۴۶-۵۰)

[4] دیکھیے: تفسیر ابن عباس (ص: ۲۶)

کئی اقوال ایسے ہیں جو بحالت حیات عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے پر بصراحت دلالت کرتے ہیں:

ا- چناں چہ اللہ سبحانہ وتعالی کے قول ﴿وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦ﴾ کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول گزرا کہ آپ نے فرمایا: «قبل موت عیسی» ہر کتابی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا۔ آپ کے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ اب تک عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی ہے۔

ب- اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان: ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾[1] کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول گزرا کہ آپ نے فرمایا: «هُوَ خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[2] قیامت کی نشانی سے مراد قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول و خروج ہے۔

ج- اسی طرح مکی بن ابو طالب نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے (مُتَوَفِّيكَ) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: «هي وفاة موت» یعنی مراد حقیقی وفات ہے۔ پھر آپ نے اس کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا: «يعني: بعد نزوله من السماء» عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ حقیقی وفات آسمان سے اترنے کے بعد دی جائے گی[3]۔

---

[1] سورۂ زخرف (آیت نمبر: ٦١)

[2] مسند احمد (حدیث نمبر: ٢٩١٨) احمد شاکر نے اس اثر کو صحیح قرار دیا ہے۔

[3] الهداية إلى بلوغ النهاية (١٣٣/٢)

د۔اسی طرح اسحاق بن بشر اور ابن عسا کرنے «جوهر، عن الضحاك، عن ابن عباس» کی سند سے ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: «يَعْنِي رافعك ثمَّ متوفيك فِي آخر الزَّمَان»[1] آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں آپ کو ابھی اپنی طرف اٹھا رہا ہوں، پھر آخری زمانے میں آپ کو وفات دوں گا۔

ہ-ابو اسحاق ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: «ما لبس موسى إلا الصوف، وما لبس عيسى إلا الشعر حتى رفع»[2] موسیٰ علیہ السلام نے صرف اونی کپڑے پہنے،اور عیسیٰ علیہ السلام نے صرف بالوں کے لباس پہنے یہاں تک کہ (آسمان پر) اٹھا لیے گئے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ان تمام اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا عقیدہ یہ ہر گز نہیں تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔اس لیے صرف آپ کے ایک قول کو لے کر اس کی من مانی تفسیر کرنا اور ان کے دوسرے اقوال کی طرف توجہ نہ کرنا بلکہ ان سے اعراض کرنا سراسر انصاف کے خلاف ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ گزشتہ سبھی اقوال آپ کی تفسیر (مميتك) کے مخالف نہیں ہیں، یہ وضاحت اس لیے کی جا رہی ہے تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال آپس میں متعارض ہیں، بلکہ آپ کی یہ تفسیر کئی وجوہات سے آپ کے دوسرے اقوال کے ہم آہنگ ہے:

---

[1] الدر المنثور (۲۲۶/۲)

[2] تفسیر ثعلبی (۸۲/۳)

**پہلی وجہ**: یہ ہے کہ (مُتَوَفِّيكَ) کی تفسیر (**مميتك**) سے کرنے کی صورت میں یہ تسلیم کیا جائے گا کہ آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے، جیسا کہ ضحاک بن مزاحم ہلالی رحمہ اللہ نے فرمایا:«**إن في هذه الآية تقديما وتأخيرا، معناه إني رافعك إلي، ومطهرك من الذين كفروا، ومتوفيك بعد إنزالك من السماء**»[1] اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، کافروں سے نجات دینے والا ہوں، پھر اس کے بعد آسمان سے اتار کر آپ کو وفات دوں گا۔

اسی طرح ابن الجوزی رحمہ اللہ نے فرمایا:: «**وتقديره: إني رافعك إليَّ ومطهِّرك من الذين كفروا، ومتوفيك بعد ذلك، هذا قول الفراء، والزجاج في آخرين**»[2] یعنی آیت کی اصل ترتیب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے کہا کہ اے عیسیٰ میں آپ کو اٹھانے والا ہوں، کافروں سے نجات دینے والا ہوں، پھر اس کے بعد آپ کو وفات دوں گا۔ یہ فراء اور زجاج وغیرہ کا قول ہے۔

اس قول کے قائل قتادہ وغیرہ بھی ہیں[3]۔

تقدیم اور تاخیر کے قول پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ مذموم تاویل کی قبیل سے ہے، لیکن ان کا اعتراض درست نہیں ہے، کیوں کہ قرآن کریم میں تقدیم اور تاخیر کی اس کے علاوہ بھی بہت ساری مثالیں ہیں، جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس کی ایک اور مثال اللہ کے قول ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾﴾[4] سے دی ہے،

---

[1] تفسیر ضحاک (ص:۲۴۸)

[2] زاد المسیر (۱/۲۸۷)

[3] تفسیر بغوی (۲/۴۵)، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس (ص:۴۸)

[4] سورۂ طٰہٰ (آیت نمبر:۱۲۹)

اور فرمایا کہ آیت کی معنوی ترتیب یوں ہے: «وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ وَأَجَلٌ مُسَمًّى لكان لزاما»[1]۔

اسی طرح امام واحدی رحمہ اللہ نے اس کی ایک اور مثال اللہ کے قول ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ ٱلْكِتَٰبَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُۥ عِوَجَا ۜ ۝١ قَيِّمًا﴾[2] سے دی ہے، جس کی تقدیری ترتیب یوں ہے: «الحمدُ لِلَّهِ الَّذي أَنزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَبِ قيّمًا وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عوجا»[3]۔

اس پوری تفصیل سے واضح ہوا کہ آیت کے بعض الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے، اور یہ قرآن کی روشنی میں درست بھی ہے، لیکن پھر بھی مرزا غلام احمد قادیانی نے آیت کی اس تفسیر کو کبھی شیطانی عمل تو کبھی تحریف یہود قرار دیا ہے، اور اصرار کیا ہے کہ آیت میں واؤ کا لفظ ترتیب کے لیے ہے، جس پر علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے زبردست نقد کیا ہے، آپ نے فرمایا: ”من! شرح ملا جامی، نور الانوار، حسامی، توضیح، تلویح، مختصر معانی، مطول وغیرہ کتب اصول ومعانی کو ملاحظہ فرمایئے، کہ واؤ کا لفظ ترتیب کے لیے نہیں ہوتا۔ اگر اس کی مثال قرآن سے چاہیں تو سنیے: ایک شخص مال دار کا سال تمام یکم رمضان کے دن ظہر کے وقت پورا ہوا، اب بحکم آیت ﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ﴾[4] (بقول آپ کے) اس پر فرض ہے کہ پہلے نماز پڑھے اور پھر زکاۃ دے، اگر پہلے زکاۃ دے گا تو شاید آپ کے نزدیک گنہ گار بھی ہو، بلکہ زکاۃ اس کی ادا بھی نہ ہوگی، کیا کوئی بھی اس میں آپ کے ساتھ ہے؟!

---

[1] تفسیر قرطبی (۴/۹۹)

[2] سورۂ کہف (آیت نمبر: ۱-۲)

[3] التفسير البسيط (۳۰۵/۵)

[4] سورۂ بقرہ (آیت نمبر: ۴۳)

دوسری آیت: ﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُواْ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾[1] کے بموجب (بقول آپ کے) ضروری ہے کہ پہلے نماز ادا کرے اس کے بعد شرک چھوڑے، اگر پہلے شرک چھوڑے گا تو شاید آپ خفا ہوں گے۔

تیسری آیت: خدا نے فرعون کے جادو گروں کے قول کو ایک جگہ یوں بیان فرمایا ہے کہ ﴿رَبِّ مُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ۝١٢٢﴾[2]، دوسری جگہ ﴿بِرَبِّ هَٰرُونَ وَمُوسَىٰ ۝٧٠﴾[3] فرمایا ہے، جو پہلے کے الٹ ہے، حالاں کہ جادو گروں نے بعینہٖ ایک ہی طریق سے کہا ہوگا، سو اگر وہ طریق اول ہے تو دوسرے طریق میں کذب آئے گا، اور اگر دوسرا ہے تو پہلا جھوٹ ہوگا۔

علاوہ اس کے کئی ایک مقام پر انبیاے سابقین کا لاحقین سے پیچھے ذکر کیا ہے، چناں چہ ﴿كَذَٰلِكَ يُوحِىٓ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ ٱللَّهُ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ۝٣﴾[4]۔

پس جب واؤ کا لفظ ترتیب کے لیے نہیں ہوتا بلکہ محض جمعیت[5] کے لیے ہے تو متوفی کے معنی رفع سے پیچھے کر لینے میں کون سی قباحت ہوگی، بالخصوص جب کہ پہلی آیت سے ہم صعود بجسد عنصری ثابت کر آئے ہیں، جس سے دونوں آیتوں کی تطبیق لفظی و معنوی بخوبی ہو جاتی ہے۔ تقدم تاخر کی مزید تحقیق منظور ہو تو تفسیر اتقان ملاحظہ ہو جس میں چوالیس نوع

---

[1] سورۂ روم (آیت نمبر: ۳۱)

[2] سورۂ شعراء (آیت نمبر: ۴۸)

[3] سورۂ طٰہٰ (آیت نمبر: ۷۰)

[4] سورۂ شوریٰ (آیت نمبر: ۳)

[5] علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تفسیر میں ایسے ہی مکتوب ہے، مراد یہ ہے کہ واؤ کا لفظ مطلقا جمع یعنی دو چیزوں کو جوڑنے کے لیے آتا ہے۔

خاص اسی مطالب کے لیے مصنف نے مقرر کی ہے کہ بعض الفاظ مقدم ہوں لیکن ان کا ترجمہ موخر ہوتا ہے، چناں چہ ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ ان ہی میں سے ایک ہے۔

اب ہماری تقریر کے مطابق اس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے عیسیٰ میں ہی تجھ سے یہ معاملہ قیامت تک کروں گا۔ رہا یہ کہ پہلے کون ہوگا اور پیچھے کون؟ اس کا ذکر نہیں، اس کو دوسری آیت نے حل کر دیا ہے کہ رفع ہو چکا ہے «توفی» اب آئندہ ہوگی"[1]۔

یہاں اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر بات ایسی ہی تھی تو اللہ نے خود لفظ (مُتَوَفِّيكَ) کو بعد میں ذکر کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ لفظ (مُتَوَفِّيكَ) کو پہلے ذکر کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شاید یہ بتایا ہے کہ اے عیسیٰ اگرچہ آج آپ کو زندہ اٹھالیا جا رہا ہے مگر اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کو موت نہیں آئے گی، بلکہ آپ پر موت کا آنا یقینی ہے، اس بات کی تاکیدی وضاحت کے لیے اللہ سبحانہ وتعالی نے لفظ (مُتَوَفِّيكَ) کو پہلے ذکر کیا ہے[2]۔

علامہ ثناء اللہ امر تسری رحمہ اللہ نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے، آپ نے فرمایا: "اگر یہ سوال ہو کہ بے شک پہلی آیت سے رفع بجسد عنصری لینا ہی مناسب ہے اور یہ کہ لفظ واؤ ترتیب کے لیے بھی نہیں ہوتا مگر آخر کلامِ خداوندی تو بڑا فصیح وبلیغ ہے اس کا کیا سبب ہے کہ «متوفيك» کو پہلے لائے ہیں؟ آخر بلا وجہ تو نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں بلا وجہ نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیح کو بتقاضائے بشریت اعدا سے ہر وقت خوف رہتا تھا، ان کی تسلی کے لیے اس لفظ کو پہلے کر دیا کہ اے عیسیٰ میں ہی تجھے موت طبعی سے ماروں گا، یہ نہ ہوگا کہ تیرے دشمن تجھے کچھ تکلیف پہنچا سکیں۔ اور یہ روش قرآن کریم کی بلکہ کل فصحا کی عموماً ہے کہ

---

[1] تفسیر ثنائی (ص: ۲۱۵-۲۱۶)

[2] زاد المسیر (۱/۲۸۷)، الکوثر الجاری (۸/۹۸)

کلامِ تسلی بخش کو پہلے لایا کرتے ہیں، چناں چہ آں ﷺ کی تسلی کے لیے ﴿عَفَا ٱللَّهُ عَنكَ﴾ پہلے لاکر ﴿لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ﴾[1] کو پیچھے فرمایا"[2]۔

**دوسری وجہ:** یہ بھی ممکن ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (**مُتَوَفِّيكَ**) کی تفسیر جو (**مميتك**) سے کی ہے اس سے آپ کی مراد عیسیٰ علیہ السلام کی خواہشات نفسانی کی موت ہو، نہ کہ آپ کی ذات کی۔

**تیسری وجہ:** یہ ہو سکتی ہے کہ آیت کی تفسیر (**مميتك**) سے کر کے آپ نے تشبیہ مراد لیا ہو[3]۔

**چوتھی وجہ:** یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نے موت سے تھوڑے وقت کی موت کو مراد لیا ہو، جیسا کہ وہب بن منبہ وغیرہ کا قول ہے۔

اسی لیے ابن عطیہ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا: "عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کہ (یہ وفات موت ہے) پورا ہو کر ہی رہے گا، خواہ وہب بن منبہ کے قول کے مطابق کہ اللہ نے آپ کو تین گھڑی کی موت دی پھر زندہ کر دیا، خواہ فرا کے قول کے مطابق کہ آخری زمانے میں اللہ آپ کے زمین پر اترنے اور دجال کے قتل کرنے کے بعد آپ کو وفات دے گا، اور اس صورت میں کلام میں تقدیم وتاخیر ہو گی"[4]۔

---

[1] سورۂ توبہ (آیت نمبر: ۴۳)

[2] تفسیر ثنائی (ص: ۲۱۶)

[3] ان دونوں وجوہات کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

[4] تفسیر ابن عطیہ (۱/۴۴۴)

ان تمام وجوہات پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب سے سورہ آل عمران کی آیت کی جو بھی تفاسیر منقول ہیں ان میں الفاظ کا اختلاف ضرور ہے لیکن معنی کے اعتبار سے وہ تمام تفسیریں ایک ہی ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نیز ان تمام تفسیروں کا ماحصل یہ ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت حیات ہی آسمان کی طرف اٹھایا تھا بحالت موت نہیں، اور موت کے لیے دوبارہ انھیں روئے زمین کی طرف بھیجے گا۔

نیز اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کے مایہ ناز شاگرد مجاہد بن جبر رحمہ اللہ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے، جیسا کہ ان کا صریح قول پیچھے گزرا، اگر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ بحالت موت آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا ہوتا تو آپ کے شاگرد مجاہد کا بھی وہی عقیدہ ہوتا یا کم از کم مجاہد بن جبر رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کی تردید کی ہوتی، حالاں کہ ہمیں ایسی کوئی بات نہیں ملتی، جس سے واضح ہوتا ہے کہ بحالت حیات عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھائے جانے کے عقیدے کو مجاہد نے اپنے استاد سے ہی لیا تھا، اور چوں کہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ سے بالکل ہم آہنگ تھا اس لیے مجاہد نے اس عقیدے کی نشرو اشاعت کی اور اسے امت تک آگے پہونچایا۔

ان تمام واضح امور کے باوجود کچھ لوگ (جیسے قادیانی اور ان کے ہم نوا) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کا غلط مفہوم لوگوں کے درمیان نشر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو اپنی صحیح میں ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کے تعلق سے بھی یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ان کا بھی عقیدہ تھا کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت موت آسمان کی طرف اٹھایا، حالاں کہ یہ سراسر جھوٹ اور تہمت تراشی ہے، **سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ**۔

اسی لیے انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مرزا غلام احمد قادیانی پر اللہ کی لعنت ہو وہ کہتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو ذکر کر کے وفات عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا ہے، اللہ اس کو غارت کرے، سلف کے بارے میں کتنا جھوٹ بولتا ہے یہ شخص''[1]!!

☆☆☆

## چوتھا شبہ اور اس کا جواب

بعض لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بحالت موت آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے لیے ان کے اس قول کو دلیل بنایا ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان کیا ہے: ﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾[2] (عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ) اللہ نے مجھے زندگی بھر نماز اور روزے کی پابندی کرنے کی وصیت کی ہے۔

اس آیت سے ان کا استدلال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو تاحیات نماز و روزے کی پابندی کی وصیت کی گئی تھی، جس پر وہ تاحیات قائم بھی رہے، مگر اب جب کہ وہ آسمان میں ہیں ان کے نماز و روزے کا تذکرہ نہیں ہے کیوں کہ ان کی وفات ہو چکی ہے، یعنی اگر ان کو زندہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہوتا تو وہ اب بھی نماز و روزے کی پابندی کرتے۔

اس استدلال پر سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں نماز نہیں پڑھتے اس کے پاس کون سی دلیل ہے؟ اس کو کیسے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام نماز و روزے کی پابندی آسمان میں نہیں کر رہے ہیں؟ کیا کوئی قرآن کی آیت یا حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے؟!

---

[1] فیض الباری (۵/۲۵۷)

[2] سورۂ مریم (آیت نمبر: ۳۱)

اس سوال کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں نماز و روزے کی پابندی کر رہے ہیں، بلکہ یہ سوال محض اس غرض سے اٹھایا جا رہا ہے کہ آسمان کے امور کا تعلق غیبیات سے ہے، جن کو جاننا اللہ اور اس کے رسول کے واسطے کے بغیر ہمارے لیے ممکن نہیں ہے، لہذا اس طرح کی بات کرنا ہمارے لیے قطعاً نامناسب ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ۝٣٦﴾ [1] اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کی تمھیں خبر نہ ہو، کیوں کہ کان، آنکھ اور دل میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

بنا بریں عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر نماز و روزے کی پابندی نہ کرنے کے مفروضے کو بنیاد بنا کر ان کی وفات پر استدلال کرنا تار عنکبوت پر آشیانہ بنانے کے مترادف ہے۔

اس وضاحت کے بعد عرض ہے کہ اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو تاحیات نماز و روزے کی پابندی کرنے کی وصیت کی گئی تھی، جس پر آپ جب تک دنیا میں تھے بحسن وخوبی قائم رہے، پھر جب آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تو وہاں ان چیزوں کی ضرورت نہیں رہی، کیوں کہ آسمان دار تکلیف نہیں ہے، پھر جب آپ دوبارہ دنیا کی طرف تشریف لائیں گے تو ان چیزوں کی پابندی کریں گے، کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دنیوی زندگی کے دو مراحل ہیں: ایک آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے، دوسرا اس دنیا میں دوبارہ آپ کے نزول کے بعد، دونوں مرحلوں میں آپ کو نماز اور روزے کی پابندی کی وصیت کی گئی ہے۔

﴿مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ کا یہی وہ صحیح معنی اور مفہوم ہے جس کو مفسرین نے اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر "روح المعانی" میں فرمایا: "آیت کا ظاہری

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل (آیت نمبر: ۳٦)

مفہوم یہی ہے کہ ﴿مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ میں مدت سے مراد ان کی دنیا کی مدت ہے، آسمان کی مدت زندگی مراد نہیں ہے"[1]۔

☆☆☆

## پانچواں شبہ اور اس کا جواب

مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کا انکار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول سے بھی کیا ہے جس میں اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝٣٣﴾[2] مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے۔

اس حدیث سے مرزا نے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہوتا تو سلامتی کے ان تین اہم مقامات میں اس کا بھی ذکر کیا جاتا، کیوں کہ رفع کا مقام سلامتی کا زیادہ محتاج ہے۔

مرزا کے اس شبہے کا جواب علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے بہترین انداز میں دیا ہے، آپ نے فرمایا: "مرزا صاحب یہ تو بتلادیں کہ عدم ذکر سے عدم شے لازم آتا ہے۔ انسان کے لیے تین ہی واقعات عام طور پر پیش آتے ہیں اور یہ تینوں محل خطر ہیں۔ موت اور قیامت کے دن کا خطرناک ہونا تو ظاہر ہے، البتہ پیدائش کے دن کا خطرناک ہونا جس کی طرف مسیح نے اشارہ کیا دو وجہ سے ہے:

ایک تو اس حدیث کی وجہ سے جس کا مضمون ہے کہ «ما من مولود إلا ويمسه الشيطان إلا مريم وابنها، أو كما قال» ہر ایک بچے کو شیطان وقت ولادت چھوتا ہے سوا

---

[1] روح المعانی (۸/۴۰۸)

[2] سورۂ مریم (آیت نمبر: ۳۳)

مسیح اور اس کی ماں کے، کہ ان دونوں کو نہیں چھوا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ولادت کا وقت بھی ایک خطرناک وقت ہے جس کی سلامتی کی طرف مسیح نے اشارہ کیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہودی مسیح کی ولادت ناجائز بتلاتے تھے، اور ناجائز ولادت والے کو خدا کی بادشاہت میں ذلیل سمجھتے تھے۔

اس لیے مسیح نے ایسے واقعات کا کہ جو سب لوگوں کو پیش آنے والے ہیں جن کے وقوع کا سب کو یقین ہے ذکر کیا اور رفع جسد عنصری کا ذکر نہیں کیا کہ جو پہلے سے منکر ہیں کہیں اور بھی زیادہ نہ بگڑیں۔

علاوہ ان توجیہات کے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں مسیح کو اس کلام کے بولتے وقت اپنے رفع بجسد عنصری کا علم ہی نہ تھا، کیوں کہ جب تک خداوند کریم کوئی وعدہ نہ کرے یا کوئی خبر نہ بتلائے نبی ہو یا رسول بلکہ افضل الرسل علیہم السلام کو بھی خبر نہیں ہوتی، ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ﴾[1] کو پڑھ لو[2]۔

علامہ ثناء اللہ امر تسری رحمہ اللہ کے اس قول سے مرزا کی جانب سے قائم کردہ اس شبہے کے تین جوابات ملتے ہیں:

پہلا یہ کہ عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا، یعنی اگر کسی سیاق میں کسی امر کا ذکر نہ ہو تو لازم نہیں آتا کہ وہ امر ہی موجود نہ ہو، بنا بریں اگر اس آیت میں رفع کا ذکر نہیں ہوا تو عدم رفع لازم نہیں آتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر اس موقعے میں اپنے رفع کا ذکر نہیں کیا، تاکہ یہود مزید دشمنی اور انکار پر نہ اترآئیں۔

---

[1] سورۂ بقرہ (آیت نمبر: ۲۵۵)

[2] تفسیر ثنائی (ص: ۲۲۵)

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت اپنے رفع کا علم ہی نہ ہو۔

علامہ رحمہ اللہ کا بیان کردہ آخری نکتہ بہت قوی معلوم ہو رہا ہے، کیوں کہ انبیاے کرام کو علم غیب نہیں ہوتا، الا یہ کہ غیب کی کوئی بات اللہ انھیں بتادے، تو قوی امکان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع کا علم ہی نہیں تھا، اس لیے اس کا تذکرہ آپ نے نہیں کیا۔

## چھٹا شبہ اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ﴾[1]

محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

بعض لوگ اس آیت سے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محمد ﷺ سے پہلے گزرنے والے انبیاے کرام میں عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں، چناں چہ جس طرح تمام انبیاے کرام فوت ہو کر اس دنیا سے گزر چکے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو کر اس دنیا سے انتقال کر گئے۔

افسوس صد افسوس، لوگ قرآن کے بارے میں کتنی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہیں! کیسے تحریف اور تاویل مذموم کا سہارا لے کر آیات کو اپنے باطل عقائد کے موافق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے سچ کہا ؂

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

آیت میں لفظ (خلا) کا معنی صرف گزرنا ہے، گزرنے کی کیفیت کچھ بھی ہو سکتی ہے، کوئی وفات پا کر گزرا اور کوئی وفات پائے بغیر، اس بات کی سب سے واضح دلیل خود اس آیت

---

[1] سورۂ آل عمران (آیت نمبر: ۱۴۴)

میں ہے، کیوں کہ وفات پا کر گزرنے والے تمام انبیاے کرام ﴿قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ﴾ کے مفہوم میں داخل ہیں، حالاں کہ ان کی موت کی کیفیت کے درمیان بھی فرق ہے، کچھ انبیاے کرام اپنی طبعی وفات کی وجہ سے اس دنیا سے گزرے، تو کچھ شر پسندوں کے ہاتھوں مقتول ہو کر اس دنیا سے گئے۔ لہذا ظاہر ہوا کہ لفظ (خلا) صرف گزرنے کو بتا رہا ہے گزرنے کی کیفیت کو نہیں۔

اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ لفظ (خلا) موت پا کر گزرنے کے معنی میں ہی ہے تو ایسی صورت میں عیسیٰ علیہ السلام کو اس حکم سے قرآن اور حدیث کی رو سے مستثنٰی ماننا پڑے گا، کیوں کہ قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ بحالت حیات آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اور انبیاے کرام کے لیے اس عام حکم سے عیسیٰ علیہ السلام کو مستثنیٰ ماننے کی یہ کوئی نئی مثال نہیں ہوگی، بلکہ اس کی اور بھی مثالیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾[1] ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں، اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔

اب ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، کیوں کہ آپ کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی چہ جائے کہ آپ کے بچے ہوں، اسی طرح یحی بن زکریا علیہما السلام بھی اس حکم سے مستثنٰی ہیں، کیوں کہ بعض اہل علم کے مطابق آپ نے بھی شادی نہیں کی تھی[2]۔

---

[1] سورۂ رعد (آیت نمبر: ۳۸)

[2] أضواء البیان (۳/۳۸۴)

## ساتواں شبہ اور اس کا جواب

بعض لوگوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اہل کتاب کے پاس سے ایک کتاب لے کر آئے اور نبی کریم ﷺ کے سامنے پڑھنے لگے، آپ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: «أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي»[1] ابن خطاب! کیا آپ لوگ اس میں گم ہو جائیں گے؟! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمھارے پاس صاف ستھری شریعت لایا ہوں، تم ان اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں صحیح بات بتائیں اور تم اس کی تکذیب کرو اور غلط بتائیں تو تم اس کی تصدیق کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری پیروی کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہوتا۔

تفسیر ابن کثیر میں یہ حدیث اس طرح مذکور ہے: «لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُما إِلَّا اتِّبَاعِي»[2] اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

اس ٹکڑے سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں ہے، حالاں کہ یہ ٹکڑا کتب احادیث میں کہیں بھی موجود نہیں ہے، شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”عیسیٰ

---

[1] مسند احمد (حدیث نمبر: ۱۵۱۵۶) شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: إرواء الغليل (۳۴/۶، حدیث نمبر: ۱۵۸۹)

[2] تفسیر ابن کثیر (۶۸/۲) سورۂ آل عمران (آیت نمبر: ۸۱) کی تفسیر میں۔

علیہ السلام کے ذکر کے بغیر یہ حدیث محفوظ ہے، اور یہ ٹکڑا منکر ہے، میں نے کسی طریق میں اسے نہیں دیکھا"[1]۔

اسی طرح عبدالعزیز راجحی رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہو سکتا ہے کہ کاتب سے لکھنے میں غلطی ہو گئی ہو، یا کسی زندیق نے (جان بوجھ کر) تفسیر میں بڑھا دیا ہے، کیوں کہ آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے متعلق متواتر نصوص اس کے خلاف ہیں"[2]۔

اسی طرح علوی بن عبد القادر سقاف نے فرمایا: "اس حدیث کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے، لیکن کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے، اور میں نے اپنے پاس موجود کتب احادیث میں سے کسی کتاب میں اسے نہیں پایا، پھر فون کے ذریعے شیخ البانی سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: «عیسی» کا اضافہ منکر ہے، جس کی کوئی اصل نہیں ہے"[3]۔

☆☆☆

## آٹھواں شبہ اور اس کا جواب

کچھ لوگوں نے صحیح بخاری میں موجود عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سے وفات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کی، حدیث یہ ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا، ثُمَّ قَرَأَ: {كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ}، وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ القِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ، وَإِنَّ أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِي يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُولُ: أَصْحَابِي أَصْحَابِي. فَيَقُولُ: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ

---

[1] شرح العقيدة الطحاوية، تحقیق البانی (ص:۵۱۱)

[2] شرح تفسیر ابن کثیر، صوتی، مکتبہ شاملہ میں مفرغ موجود ہے۔

[3] تخريج أحاديث وآثار كتاب في ظلال القرآن (ص:۷۷، حدیث نمبر:۱۴۳)

مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ، فَأَقُولُ كَمَا قَالَ العَبْدُ الصَّالِحُ: {وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي} -إِلَى قَوْلِهِ- {العَزِيزُ الحَكِيمُ}»[1]۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ حشر میں ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ اٹھائے جاؤ گے، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی: (جیسا کہ ہم نے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ کریں گے، یہ ہماری طرف سے ایک وعدہ ہے جس کو ہم پورا کر کے رہیں گے)۔ اور انبیا میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ اور میرے اصحاب میں سے بعض کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو میں پکار اٹھوں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں، میرے اصحاب ہیں؟ پھر مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد ان لوگوں نے کفر اختیار کر لیا تھا، اس وقت میں بھی وہی جملہ کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے: جب تک میں ان کے ساتھ تھا، ان پر نگراں تھا، پھر جب تو نے مجھے اوپر اٹھا لیا۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد حکیم تک۔

اس حدیث سے ان کا وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ (مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ) اور (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) دونوں ایک ہی حدیث میں بغیر کسی تفریق اور استثنا کے ذکر کیے گئے ہیں، (مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ) میں نبی ﷺ نے اپنے اس دنیا سے جانے کا تذکرہ کیا ہے، اور (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) میں عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا سے جانے کا تذکرہ ہے، اور دونوں الفاظ کو ایک ہی حدیث میں بغیر کسی تفریق کے ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اس دنیا سے ویسے ہی گئے جیسے ہمارے نبی ﷺ، پھر چوں کہ ہمارے نبی ﷺ اس دنیا سے وفات پا کر گئے تو اس سے لازم آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا کر ہی اس دنیا سے اٹھائے گئے۔

---

[1] صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۳۳۴۹)

اس استدلال کے بارے میں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ طرز استدلال عربی قواعد سے ناواقفیت کی بیّن دلیل ہے۔ کیوں کہ :

اولا: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حیات اور موت کے بارے میں اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ نہیں دی ہے، بلکہ آپ نے اپنے قول کی تشبیہ عیسیٰ علیہ السلام کے قول سے دی ہے، حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے بات واضح ہو جاتی ہے، آپ نے فرمایا کہ :(اس وقت میں بھی وہی جملہ کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے)۔

ثانیا: اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ نبی ﷺ نے اپنی موت کی کیفیت کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے تشبیہ دی تو یہ ہر ادنی طالب علم جانتا ہے کہ ہمیشہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوا کرتی، بلکہ بسا اوقات مشبہ اور مشبہ بہ میں صرف جزوی تعلق ہوتا ہے، چناں چہ حدیث میں مذکور الفاظ عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے صرف اس دنیا کو چھوڑنے کو بتلا رہے ہیں، نہ کہ چھوڑنے کی کیفیت کو، کیوں کہ جس طرح متواتر طور پر یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بحالت حیات دنیا چھوڑی اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے بحالت ممات اس دنیا کو چھوڑا ہے۔

اور تشبیہ کے تعلق سے اس طرح کی مثالیں نصوص شرعیہ میں بکثرت موجود ہیں، چناں چہ کسی نص میں تشبیہ من کل الوجوہ نہ ہونے کی سب سے واضح دلیل نبی ﷺ کا یہ قول ہے: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرَوْنَ هَذَا القَمَرَ، لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ»[1] جس طرح تم چاند کو بغیر کسی تکلیف دیکھتے ہو ٹھیک اسی طرح تم اپنے رب کو بھی دیکھو گے۔

اب اگر کوئی شخص اصرار کرتا ہے کہ ہمیشہ تشبیہ من کل الوجوہ ہوا کرتی ہے تو یہاں بھی اسی قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے یہ کہنا پڑے گا کہ (نعوذ باللہ) اللہ کی صورت چاند جیسی ہے،

---

(1) صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۵۵۴)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۶۳۳/۱۴۳۴)

حالاں کہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ اللہ نے اپنی متوقع وممکنہ رؤیت کی تشبیہ چاند کی رؤیت سے دی ہے نہ کہ اپنی صورت کی تشبیہ چاند کی صورت سے۔

☆☆☆

## نواں شبہ اور اس کا جواب

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آخری عمر میں (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشا کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: «أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا، لاَ يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ أَحَدٌ»[1] تمھاری آج کی رات وہ ہے کہ اس رات سے سو برس تک ہر وہ شخص جو زمین پر ہے باقی نہیں رہے گا۔

اس حدیث سے بھی کچھ لوگوں نے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بالفرض نبی کریم ﷺ کی زندگی تک باحیات مان بھی لیا جائے تو اس حدیث کی رو سے آپ ﷺ کے اس قول سے سو سال کے اندر آپ کی وفات طے ہے۔

اس کا جواب بالکل ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بات روئے زمین پر رہنے والوں کے بارے میں کہی ہے، آسمان والوں کے بارے میں نہیں، ورنہ اس سے تمام فرشتوں کی بھی موت لازم آئے گی، اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ آسمان پر ہیں زمین پر نہیں۔

اسی لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا: «وَقَالُوا: خَرَجَ عِيسَى مِنْ ذَلِكَ، وَهُوَ حَيٌّ، لِأَنَّهُ فِي السَّمَاءِ لَا فِي الْأَرْضِ[2]» اہل علم نے کہا کہ

---

[1] صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۱۱۶)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۶۴۷۹/۲۵۳۷)

[2] فتح الباري (۷۵/۲)

عیسیٰ علیہ السلام اس حدیث سے خارج ہیں، وہ زندہ ہیں، کیوں کہ وہ آسمان میں ہیں زمین پر نہیں۔

☆☆☆
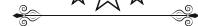
## دسواں شبہ اور اس کا جواب

بعض لوگوں نے ایک اور حدیث سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ نبی ﷺ نے مرض الموت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کی، آپ ﷺ کی وفات کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے ان باتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کئی باتیں بتائیں، ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: «وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا عَاشَ نِصْفَ عُمُرِ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ، وَأَنَّهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ عِيسٰى عَاشَ عِشْرِينَ وَمِائَةَ سَنَةٍ فَلَا أُرَانِي إِلَّا ذَاهِبٌ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ، فَأَبْكَانِي ذَلِكَ» آپ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر زندہ رہتا ہے، اور بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال زندہ رہے تو مجھے لگتا ہے کہ میں ساٹھ سال کی ابتدا میں چلا جاؤں گا، اس بات نے مجھے رلادیا۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے منکرین کہتے ہیں کہ یہ نص صریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے کئی جوابات دیے جا سکتے ہیں:

**پہلا جواب:** یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، چناں چہ اس حدیث کو ابن ابو عاصم نے "الآحاد والمثاني"[1] میں، ابو بشر دولابی نے "الذرية الطاهرة"[2] میں، امام طحاوی نے

---

[1] الآحاد والمثاني (۳۶۹/۵، حدیث نمبر: ۲۹۷۰)

[2] الذرية الطاهرة (ص: ۱۰۵، حدیث نمبر: ۱۹۴)

"شرح مشكل الآثار"[1] میں، طبرانی نے "المعجم الكبير"[2] میں اور امام بیہقی نے "دلائل النبوة"[3] میں «سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أنا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَن عُمَارَةَ ابْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، أَنَّ أُمَّهُ فَاطِمَةَ بِنْتَ حُسَيْنٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ» کی طریق سے روایت کی ہے۔

اس سند میں محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان ضعیف راوی ہیں، امام بخاری نے فرمایا: «عنده عجائب»[4] ان کے پاس عجیب حدیثیں ہیں۔ نیز فرمایا: «لا يكاد يتابع في حديثه»[5] ان کی حدیث پر متابعت نہیں ہوتی۔امام مسلم نے فرمایا: «منكر الحديث»[6] یہ منکر الحدیث راوی ہے۔ امام نسائی کا قول مختلف ہے،آپ نے انھیں ایک مرتبہ ثقہ کہاتو دوسری مرتبہ «لَيْسَ بِالْقَوِيِّ»[7] کہا۔ حافظ ابن حجر نے «صدوق»[8] کہا ہے، لیکن بشار عواد اور شعیب ارناؤط نے آپ کا تعقب کرتے ہوئے کہا: «بل ضعيف»[9] بلکہ یہ ضعیف راوی ہیں۔

---

[1] شرح مشكل الآثار(۱۳۹/۱،حدیث نمبر:۱۴۶)

[2] المعجم الكبير(۴۱۷/۲۲،حدیث نمبر:۱۰۳۱)

[3] دلائل النبوة(۱٦٦/۷)

[4] التاريخ الكبير(۱۳۸/۱،ترجمہ نمبر:۴۱۷)

[5] التاريخ الصغير(۸۱/۲،ترجمہ نمبر:۱۸۷۵)

[6] الكنى والاسماء(ص:۴۸۷،ترجمہ نمبر:۱۸۸۴)

[7] الكاشف(۱۸۹/۲،ترجمہ نمبر:۴۹٦٦)

[8] تقريب التهذيب(ص:۴۸۹،ترجمہ نمبر:٦۰۳۸)

[9] تحرير تقريب التهذيب(۲۷۱/۳،ترجمہ نمبر:٦۰۳۸)

اسی بناپر حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ‹‹غریب››[1]، اور حافظ ہیثمی[2] و شیخ البانی[3] نے ضعیف قرار دیا ہے۔

**دوسرا جواب:** یہ ہے کہ بالفرض اگر حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو لفظ ‹‹عَاش›› زندگی پر دلالت کرتا ہے موت پر نہیں، یعنی نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں صرف اتنا بتایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال اس دنیا میں زندہ رہے، اس دنیا میں زندہ رہنے کے بعد اس دنیا سے جانے کی کیفیت آپ ﷺ نے نہیں بتائی۔ بنا بریں اس حدیث کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر نص صریح قرار دینا عجلت اور عدم تفکر کا نتیجہ ہے۔

**تیسرا جواب:** یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کی مدت زندگی جو ایک سو بیس سال ذکر کی ہے اس سے آپ کی وہ زندگی مراد ہے جو آپ دوبارہ اس دنیا میں نزول کے بعد گزاریں گے، وہ زندگی مراد نہیں ہے جو آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل آپ نے نصرانیوں کے نبی کے طور پر گزاری تھی، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "اس روایت میں یہی مدت (یعنی ۱۲۰ سال) ذکر کی گئی ہے، لیکن سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جس وقت آسمان کی طرف اٹھائے گئے اس وقت آپ تینتیس (۳۳) سال کے تھے، اسی طرح وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ آپ بتیس (۳۲) سال کے تھے۔ بنا بریں اگر سعید بن مسیب اور وہب کی بات درست ہے تو اس حدیث میں آپ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد زمین میں رہنے کی مدت مراد ہے، واللہ اعلم"[4]۔

---

[1] البداية والنهاية(۵۱۶/۲)

[2] مجمع الزوائد(۲۳/۹، حدیث نمبر: ۱۴۲۴۵)

[3] سلسلة الأحاديث الضعيفة(۴۲۵/۹، حدیث نمبر: ۴۴۳۴)

[4] دلائل النبوة(۱۶۶/۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تفصیل واضح کرتی ہے کہ اس حدیث سے جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر استدلال کرنا چاہتے ہیں ان کے استدلال کی بنیاد ہی غلط ہے، وہ حدیث میں بیان کردہ مدت زندگی کو آپ کی پہلی زندگی سمجھ رہے ہیں، حالاں کہ سلف کے یہاں اس مدت زندگی سے مراد آپ کے نزول کے بعد کی زندگی ہے۔

البتہ یہاں اس بات پر تنبیہ ضروری ہے کہ حدیث میں بیان کردہ مدت حیات عیسیٰ علیہ السلام درست نہیں ہے، اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، جیسا کہ سابق میں اس کی تفصیل گزری۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ یہ حدیث دیگر صحیح احادیث کے مخالف ہے، چناں چہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں چالیس سال تک رہیں گے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ -يَعْنِي عِيسَى-، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللَّهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى، فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ»[1] "میرے اور ان یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے، یقیناً وہ اتریں گے، جب تم انھیں دیکھنا تو پہچان لینا، وہ ایک درمیانی قد و قامت کے شخص ہوں گے، ان کا رنگ سرخ و سفید ہوگا، ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے، ایسا لگے گا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے گو وہ تر نہ ہوں گے، وہ لوگوں سے اسلام کے لیے جہاد کریں گے، صلیب توڑیں گے، سور کو قتل کریں گے اور جزیہ معاف کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں سوائے اسلام کے سارے مذاہب کو ختم کر دے گا، وہ

---

[1] سنن ابوداود (حدیث نمبر: ۴۳۲۴) شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مسیح دجال کو ہلاک کریں گے، پھر اس کے بعد دنیا میں چالیس سال تک زندہ رہیں گے، پھر ان کی وفات ہو گی تو مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے"۔

☆☆☆

## گیارہواں شبہ اور اس کا جواب

امام واحدی (ت ٤٦٨ھ) نے اپنی کتاب "أسباب النزول" میں ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نجران کے نصرانیوں سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا: «أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَبَّنَا حَيٌّ لَا يَمُوتُ، وأن عيسى أتى عَلَيْهِ الْفَنَاءُ؟»[1] کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہمارا رب زندہ ہے اسے موت نہیں آسکتی، اور عیسیٰ علیہ السلام فنا ہو چکے؟!

اس حدیث سے بھی کچھ لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے، حالاں کہ امام واحدی نے اس حدیث کی کوئی سند ذکر نہیں کی ہے، بلکہ «قَالَ الْمُفَسِّرُونَ» (مفسروں نے کہا) کہہ کر پورا واقعہ ذکر کر دیا ہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ اس طرح کی باتوں کی کوئی اسنادی حیثیت نہیں ہے، لہذا ایسی بے سند اور بے اصل روایات سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

اس حدیث کو اگر صحیح مان بھی لیا جائے پھر بھی اس سے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی بات لازم نہیں آتی، کیوں کہ اس حدیث میں فنا کی بات ذکر کی گئی ہے، اور فنا کا معنی عربی زبان میں صرف موت نہیں ہوتا بلکہ ایک طویل عمر گزارنے والے شخص کے لیے بھی عرب فنا کا لفظ استعمال کرتے تھے، ابن منظور نے فرمایا: «وفَنِيَ يَفْنَى فَنَاء: هَرِمَ وأَشرف عَلَى الْمَوْتِ هَرَماً، وَبِذَلِكَ فَسَّرَ أَبو عُبَيْدٍ حَدِيث عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنه قَالَ: حَجَّةً هَاهُنَا

---

[1] أسباب النزول (ص:٩٧)

ثُمَّ احْدِجْ هَاهُنَا حَتَّى تَفْنى، يَعْنِي الْغَزْوَ؛ قَالَ لَبِيدٌ يَصِفُ الإِنسان وفَناءه: حَبائِلُه مَبْثوثةٌ بسَبِيلِه، ... ويَفْنى إِذا مَا أَخْطَأَتْه الحَبائلُ
يَقُولُ: إِذا أَخطأَه الْمَوْتُ فإِنه يَفْنَى، أَي يَهْرَمُ فَيَمُوتُ، لَا بدَّ مِنْهُ إِذا أَخطأَته المنِيَّةُ وأَسبابها فِي شَبِيبَته وقُوَّته. وَيُقَالُ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ: فانٍ. وَفِي حَدِيث مُعَاوِيَةَ: لَوْ كنتُ مِنْ أَهل البادِيةِ بِعْتُ الفانِيةَ وَاشْتَرَيْتُ النامِيةَ؛ الفَانِيَةُ: المُسِنَّة مِنَ الإِبل وَغَيْرِهَا، والنامِيةُ: الفَتِيَّةُ الشابَّة الَّتِي هِيَ فِي نُمُوٍّ وَزِيَادَةٍ»[1]فَنِيَ يَفْنَى فَناء کا معنی بوڑھا ہو گیا اور موت کے قریب ہو گیا۔ابو عبید نے عمر رضی اللہ عنہ کے قول«حَجَّةً هَاهُنَا ثُمَّ احْدِجْ هَاهُنَا حَتَّى تَفْنى» کی یہی تفسیر کی ہے کہ ایک مرتبہ حج کر لو پھر جہاد کرتے رہو یہاں تک کہ بوڑھے ہو جاؤ۔اسی طرح لبید نے انسان اور اس کے فنا کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: موت کی کمندیں اس کے راستے میں بکھری پڑی ہیں، اگر وہ کمندیں چوک جائیں تو انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔لبید کہنا چاہتا ہے کہ اگر انسان کو موت نہ آئے تو وہ فنا یعنی بوڑھا ہو جاتا ہے پھر مرتا ہے، یعنی اگر جوانی اور قوت میں موت نہ آئے تو اس کا بوڑھا ہونا لازمی ہے۔

اسی طرح بڑے بوڑھے کو«فانٍ» کہا جاتا ہے۔ اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اگر میں دیہاتیوں میں سے ہوتا تو فانیہ کو بیچ کر نامیہ خرید لیتا۔اس میں فانیہ سے مراد عمر دراز اونٹنی وغیرہ ہیں اور نامیہ سے مراد کم سن جوان اونٹنی ہے جس میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ان تمام مثالوں پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فنا کا معنی صرف موت نہیں ہوتا۔

---

[1] لسان العرب(۱۵/۱۶۵-۱۶۴)

## بارہواں شبہ اور اس کا جواب

ایک عجیب و غریب اعتراض منکرین کی جانب سے اس عقیدے پر یہ بھی کیا گیا ہے کہ اگر ہم مان لیتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہود کے شر سے بچانے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی بادشاہت دنیا میں نہیں چلتی صرف آسمانوں میں ہی چلتی ہے، ورنہ یہود کے ڈر سے آپ کو اٹھانے کی کیا ضرورت تھی، اللہ یہودیوں کی پکڑ بھی تو کر سکتا تھا۔

سبحان اللہ، ان جدت پسند لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکیم و علیم ہے، اس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اگر اللہ نے یہود کے شر سے بچانے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھا لیا تو اس میں متعدد حکمتیں ہیں جن کا ہمیں علم نہیں، اور شاید اسی وجہ سے اللہ تعالی نے رفع عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اپنی دو صفات (عزیز اور حکیم) کو ذکر کیا، چناں چہ فرمایا: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝١٥٨﴾[1] یعنی اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اگر آسمانوں کی طرف اٹھا لیا ہے تو اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ یہودی طاقت ور ہیں بلکہ اللہ سب پر عزیز یعنی غالب ہے، اور حکیم یعنی اس کے اس کام میں بہت ساری حکمتیں ہیں۔

ان ہی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ذکر کی جا سکتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہود کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبے کو ظاہر کرنا چاہتا تھا، وہ عیسیٰ جن کے بارے میں یہودی غلط زبان استعمال کرتے تھے، کیا یہ ایک حکمت اس واقعے کے جواز کے لیے کافی تسلیم نہیں کی جا سکتی؟!

نیز اگر اس اعتراض کو بجا سمجھا جائے تو اس طرح کا اعتراض تو ہر نبی کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر کیا جا سکتا ہے، نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب لوگوں نے شرک کرنا

---

[1] سورۂ نساء (آیت نمبر: ۱۵۸)

شروع کیا تو اللہ نے نوح علیہ السلام کو نبی و رسول بنا کر کیوں بھیجا، کیا اللہ شرک کرنے والوں کو ہلاک کرنے پر غالب نہیں تھا؟!

غزوۂ احد کے موقع پر مشرکین مکہ مسلمانوں پر کیسے غالب آگئے، کیا اللہ مشرکین کو شکست دینے پر غالب نہیں تھا؟! یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ اللہ کبھی کبھار ظاہری طور پر مخالفین رسل کو غلبہ عطا کرتا ہے لیکن اس کے یہ افعال اور فیصلے حکمت سے بھرے ہوتے ہیں۔

## تیرہواں شبہ اور اس کا جواب

کچھ لوگوں نے تو حد ہی کر دی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ ناممکن ہے، کیوں کہ جسد انسانی کو کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام کھانا نہیں کھاتے، دلیل کے طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول پیش کیا: ﴿مَّا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ ٱلطَّعَامَ﴾[1] مسیح ابن مریم علیہما السلام رسول کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، ان کی والدہ ایک راست باز عورت تھیں، دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے کھانا کھانے کا ذکر «کان» کے ساتھ کیا ہے جس کا معنی ہے کہ پہلے وہ کھاتے تھے، مگر اب نہیں کھاتے۔

اس شبہے کے کئی جوابات ہیں:

پہلا یہ کہ یہ درست ہے کہ لفظ «کان» ماضی کی نفی کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن یہاں اس لفظ سے زمانۂ حال کی نفی کس طرح مراد لی جارہی ہے، نص کی دلالت ہے یا نص کا

---

[1] سورۂ مائدہ (آیت نمبر: ۷۵)

تقاضا؟! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صرف اتناذ کر کیا ہے کہ جب وہ اس دنیا میں تھے تب کھانا کھاتے تھے، لیکن اب ان کی کیا حالت ہے اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، پھر کیوں کر یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ وہ اب نہیں کھاتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بغیر کھائے پیے جسد عنصری کے زندہ نہ رہنے کا قاعدہ بھی خود سے وضع کردہ ہے، خاص طور پر اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کاملہ کو نظر انداز کر دیا جائے، کیوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اگر چاہے تو بھرے ہوئے پیٹ والے شخص کو موت دے سکتا ہے اور چاہے تو خالی پیٹ والے کو زندہ رکھ سکتا ہے، کیا قرآن میں اصحابِ کہف کا تذکرہ نہیں ہے جنھیں اللہ نے تین سو نو سال تک نیند میں سلا کر اٹھایا[1]، کیا وہ اس مدت میں کھاتے پیتے تھے؟! عزیر علیہ السلام کا تذکرہ نہیں ہے جنھیں اللہ نے سو سال کی موت کے بعد زندہ کیا[2]، کیا وہ اس مدت میں کھاتے پیتے تھے؟! کیا اللہ کے رسول ﷺ صوم وصال نہیں رکھتے تھے، مسلسل کئی کئی دن روزہ رکھتے تھے، پھر بھی آپ کا جسد عنصری باقی تھا، صحابہ کرام نے جب آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: «رَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي»[3] میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں، اور آسمان کے اصول وضابطے دنیا کے اصول وضابطوں سے بالکل الگ ہیں، لہذا دنیوی ضرورتوں کو آسمانی ضرورتوں پر محمول نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی بھی طرح ان کا موازنہ کر سکتے ہیں۔

---

[1] سورہ کہف (آیت نمبر: ۲۵)

[2] سورۂ بقرہ (آیت نمبر: ۲۵۹)

[3] سنن ابوداود (حدیث نمبر: ۲۳۷۴)، سنن ترمذی (حدیث نمبر: ۷۷۸) شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

# چودہواں شبہ اور اس کا جواب

مدعیٔ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بیٹے اور دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے عقیدۂ رفع عیسیٰ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس عقیدے کو تسلیم کر لیا جائے تو اس میں محمد ﷺ کی بڑی شدید اہانت ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو مصیبتوں اور پریشانیوں میں یوں ہی چھوڑ دیا آسمان پر نہیں اٹھایا لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو تھوڑے سے خطرے کے اندیشے پر آسمان کی طرف اٹھا لیا!!

اس شبہے کے دو جوابات دیے جا سکتے ہیں:

**پہلا جواب:** یہ ہے کہ اس میں محمد ﷺ کی کوئی اہانت نہیں ہے، کیوں کہ آسمان و زمین سب اللہ کے ہیں، اللہ جہاں جس کی حفاظت کرنا چاہے کرتا ہے، اللہ کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے۔

**دوسرا جواب:** یہ ہے کہ اگر اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا کر انھیں خصوصیت عطا کی تو محمد ﷺ کو بھی خصائص سے محروم نہیں رکھا، بلکہ محمد ﷺ کو تو ایسے خصائص سے نوازا جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے، کیا معراج کی خصوصیت محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی کو ملی؟! دنیا میں زندہ رہتے ہوئے عالم بالا کی سیر پر جانا، فرشتوں اور انبیاے کرام سے ملاقات کرنا، جنت اور جہنم کے مناظر کا مشاہدہ کرنا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہم کلام ہونا، نماز اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات جیسے بیش قیمت ہدیے حاصل کرنا کیا کوئی معمولی خصوصیت ہے؟!

## منکرانِ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا حکم

منکرانِ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے پیش کردہ شبہات اور ان کے جوابات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اپنے فاسد عقیدے کے اثبات میں ان کے پاس کوئی مقبول دلیل موجود نہیں ہے، بنابریں انھیں اس باطل عقیدے سے توبہ کر لینی چاہیے اور براءت کا اعلان کر دینا چاہیے، کیوں کہ دلائل و براہین کے واضح ہو جانے کے بعد اس پر اصرار کرنا اہل ایمان کی علامت نہیں ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ١١٥﴾ [1] جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود رسول ﷺ کی خلاف ورزی کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو، اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔

سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی نے اپنے ایک فتوے میں تحریر کیا: ”کتاب وسنت کے دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو قتل نہیں کیا گیا اور نہ ہی وہ طبعی موت کے شکار ہوئے، بلکہ اللہ نے انھیں زندہ اٹھا لیا، پھر آخری زمانے میں انصاف پرور حاکم کی حیثیت سے اس امت میں اتریں گے، لہذا جو بھی کہتا ہے کہ آپ کو موت آچکی اور آپ آخری زمانے میں نہیں اتریں گے وہ کتاب اللہ اور نبی اللہ ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے، اور بہت بڑی غلطی کر رہا ہے، تبلیغ اور حجت قائم کرنے کے بعد (بھی اگر وہ نہ مانے تو) اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا، کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کر رہا ہے“[2]۔

---

[1] سورۂ نساء (آیت نمبر: ۱۱۵)

[2] فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (۳/ ۲۹۳-۲۹۲)

فتوی کی ایک مشہور ویب سائٹ "اسلام ویب" نے سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی کے اس فتوے پر تعلیق لگاتے ہوئے لکھا: ''اگر یہ حکم اس شخص کا ہے جو احادیث سے ثابت نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتا ہے تو بدرجۂ اولیٰ یہ حکم اس کا بھی ہو گا جو کتاب اللہ سے ثابت آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہو۔ لہذا جو انکار کرے کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا تو اگر وہ غیر مسلم ہو تو اس کی تکفیر کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ یہ تحصیل حاصل ہے، العیاذ باللہ۔ اور اگر وہ مسلم ہو پھر بھی عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار کرے تو اس کے لیے حق کو واضح کیا جائے گا اور حجت قائم کی جائے گی، پھر بھی اگر وہ اصرار کرے تو وہ مرتد ہے، کیوں کہ حجت قائم ہونے کے بعد بھی اگر وہ اس عقیدے کا انکار کرے تو اس نے قرآن وسنت کو جھٹلا دیا، ہاں اگر وہ جاہل ہے تو اسے جہالت کی وجہ سے معذور سمجھا جائے گا[1]۔

[1] اسلام ویب (فتویٰ نمبر: ۹۳۵۱۲)

## خلاصہ کلام

عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالی نے بحالت حیات آسمان کی طرف اٹھایا ہے۔ اس عقیدے کی تائید قرآن، حدیث، اجماع امت اور متقدمین ومتاخرین اہل علم کے اقوال سے ہوتی ہے۔ اور اس عقیدے کے خلاف جتنی بھی باتیں پیش کی جاتی ہیں یا جتنے بھی شکوک وشبہات ذکر کیے جاتے ہیں سب مردود اور ناقابل اعتبار ہیں، لہذا باطل فرقوں یا ان کے ہم نواؤں کی لایعنی باتوں میں الجھ کر حیران وپریشان ہونے کی بجائے اس عقیدے کو حرز جاں بنا کر اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ **واللہ أعلم بالصواب، وإلیه المرجع والمآب، وصلی اللہ علی خیر خلقه وآله والأصحاب۔**

# مراجع ومصادر


۱-قرآن کریم۔

۲-**الإبانة عن أصول الديانة**، ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری، تحقیق فوقیہ حسین محمود، دارالانصار، قاہرہ، مصر، سن طباعت ۱۳۹۷ھ۔

۳-**الإتقان في علوم القرآن**، جلال الدین سیوطی، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، **الهيئة المصرية العامة للكتاب**، سن طباعت ۱۳۹۴ھ۔

۴-**الآحاد والمثاني**، ابو بکرابن ابوعاصم، تحقیق باسم فیصل احمد جوابرہ، دارالرایہ، ریاض، سن طباعت ۱۴۱۱ھ۔

۵-**إرشاد الثقات إلى اتفاق الشرائع على التوحيد والمعاد والنبوات**، محمد بن علی شوکانی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۰۴ھ۔

۶-**إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل**، محمد ناصرالدین البانی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۴۰۵ھ۔

۷-**أسباب النزول**، ابوالحسن علی بن احمد واحدی، تحقیق عصام بن عبدالمحسن حمیدان، دار الاصلاح، دمام، سن طباعت ۱۴۱۲ھ۔

۸-اسلام ویب (ویب سائٹ)، www.islamweb.net۔

۹-**أيسر التفاسير لكلام العلي الكبير**، ابو بکر جابر جزائری، مکتبہ علوم وحکم، مدینہ نبویہ، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۲۴ھ۔

۱۰-**أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن**، محمد امین بن محمد مختار شنقیطی، دارالفکر، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۴۱۵ھ۔

۱۱-**البحر المحيط الثجاج في شرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج**، محمد بن علی بن آدم اثیوبی، دارابن الجوزی، ریاض، سن طباعت ۱۴۳۶ھ۔

۱۲-**البحر المحيط في التفسير**، ابوحیان اندلسی، دارالفکر، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۰ھ۔

۱۳-**البحر المديد في تفسير القرآن المجيد**، احمد بن محمد بن مہدی بن عجیبہ، قاہرہ، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔

۱۴-**البداية والنهاية**، اسماعیل بن عمر ابن کثیر، دارالفکر، سن طباعت ۱۴۰۷ھ۔

۱۵-تاریخ دمشق، ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر، تحقیق عمرو بن غرامہ عمروی، دارالفکر، سن طباعت ۱۴۱۵ھ۔

۱۶-التأريخ الصغیر، محمد بن اسماعیل بخاری، تحقیق محمود ابراہیم زاید، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۴۰۶ھ۔
۱۷-التأریخ الکبیر، محمد بن اسماعیل بخاری، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ہند۔
۱۸-تحریر تقریب التهذیب، شعیب ارنؤوط وبشار عواد معروف، موسسۃ الرسالہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۷ھ۔
۱۹-تخریج أحادیث وآثار کتاب في ظلال القرآن، علوی بن عبد القادر سقاف، دار الہجرہ، ریاض، سن طباعت ۱۴۱۶ھ۔
۲۰-التصریح بما تواتر في نزول المسیح، محمد انور شاہ کشمیری، تحقیق عبد الفتاح ابو غدہ، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سن طباعت ۱۴۰۱ھ۔
۲۱-تفسیر ابن ابو حاتم (تفسیر القرآن العظیم)، عبد الرحمن بن محمد ابن ابی حاتم، مکتبہ نزار مصطفی الباز، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔
۲۲-تفسیر ابن عباس المسمی بصحیفة علي بن أبي طلحة عن ابن عباس، تحقیق راشد عبد المنعم الرجال، موسوعۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۴۱۱ھ۔
۲۳-تفسیر ابن عطیہ (المحرر الوجیز في تفسیر الکتاب العزیز)، عبد الحق بن غالب ابن عطیہ، تحقیق عبد السلام عبد الشافی محمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۲ھ۔
۲۴-تفسیر ابن کثیر (تفسیر القرآن العظیم)، اسماعیل بن عمر ابن کثیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔
۲۵- التفسیر البسیط، علی بن احمد واحدی، عمادۃ البحث العلمي، جامعہ امام محمد بن سعود، سن طباعت ۱۴۳۰ھ۔
۲۶-تفسیر بغوی (معالم التنزیل في تفسیر القرآن)، حسین بن مسعود فرا بغوی، دار طیبہ، سن طباعت ۱۴۱۷ھ۔
۲۷-تفسیر ثعلبی (الکشف والبیان عن تفسیر القرآن)، احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی، تحقیق ابو محمد ابن عاشور، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۴۲۲ھ۔
۲۸-تفسیر ثنائی، مولانا ثناء اللہ امر تسری، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، سن طباعت ۲۰۰۲ء۔
۲۹-تفسیر سمرقندی (بحر العلوم)، ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، تحقیق علی محمد معوض وغیرہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۳ھ۔
۳۰-تفسیر ضحاک، ضحاک بن مزاحم ہلالی، تحقیق ڈاکٹر محمد شکری احمد زاویتی، دار السلام، قاہرہ، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔

۳۱-تفسیر طبری (جامع البیان في تأویل القرآن)، محمد بن جریر طبری، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، سن طباعت ۲۰۰۰ء۔
۳۲-تفسیر غریب القرآن، کاملہ بنت محمد کواری، دار ابن حزم، سن طباعت ۲۰۰۸ء۔
۳۳-تفسیر قرطبی (الجامع لأحکام القرآن)، محمد بن احمد قرطبی، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، سن طباعت ۱۳۸۴ھ۔
۳۴-تفسیر مقاتل بن سلیمان، مقاتل بن سلیمان، تحقیق عبد اللہ محمود شحاتہ، دار احیاء التراث، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۴۲۳ھ۔
۳۵-تفسیر المنار، محمد رشید بن علی رضا، الهيئة المصرية العامة للكتاب، سن طباعت ۱۹۹۰ء۔
۳۶-التفسیر الوسیط، محمد سید طنطاوی، دار نهضۃ مصر، قاہرہ، سن طباعت ۱۹۹۷ء۔
۳۷-تقریب التھذیب، ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، تحقیق محمد عوامہ، سن طباعت ۱۴۰۶ھ، دار الرشید، سیریا۔
۳۸-التلخیص الحبیر، احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔
۳۹-تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، جمع و ترتیب محمد بن یعقوب فیروز آبادی، دار الکتب العلمیہ، لبنان۔
۴۰-الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، تحقیق علی بن حسن وغیرہ، دار العاصمہ، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔
۴۱-دراسات في الأديان اليهودية والنصرانية، سعود بن عبد العزیز خلف، مکتبۃ اضواء السلف، ریاض، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۲۵ھ۔
۴۲-الدر المنثور في التفسير بالمأثور، جلال الدین سیوطی، دار الفکر، بیروت۔
۴۳-دلائل النبوة، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۰۵ھ۔
۴۴-الذریۃ الطاهرة النبوية، ابو بشر محمد بن احمد دولابی، تحقیق سعد مبارک حسن، الدار السلفیہ، کویت، سن طباعت ۱۴۰۷ھ۔
۴۵-رفع عيسى ونزوله في آخر الزمان، عبد العزیز بن اواغ کچیک، رسالۂ ماجستر، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض، سعودی عرب۔
۴۶-روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، شہاب الدین محمود آلوسي، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۵ھ۔

۴۷-زاد المسیر في علم التفسیر، عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی، دار الکتاب العربي، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۲ھ۔

۴۸-سلسلة الأحاديث الصحيحة، محمد ناصر الدین البانی، مکتبہ معارف، ریاض۔

۴۹-سلسلة الأحاديث الضعيفة، محمد ناصر الدین البانی، مکتبہ معارف، ریاض، سن طباعت ۱۴۱۲ھ۔

۵۰-سنن ابوداود، ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، مکتبہ عصریہ، بیروت۔

۵۱-السنن الکبری، احمد بن شعیب نسائی، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، سن طباعت ۲۰۰۱ء۔

۵۲-سنن نسائی، احمد بن شعیب نسائی، تحقیق عبد الفتاح ابو غدہ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، سن طباعت ۱۴۰۶ھ۔

۵۳-شرح العقيدة الطحاوية، تحقیق محمد ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی، بیروت، سن طباعت ۱۴۰۴ھ۔

۵۴-شرح العقيدة الواسطية، محمد بن خلیل حسن ہراس، دار الہجرہ، الخبر، سن طباعت ۱۴۱۵ھ۔

۵۵-شرح مشکل الآثار، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی، تحقیق شعیب ارنؤوط، موسسۃ الرسالہ، سن طباعت ۱۴۱۵ھ۔

۵۶-شعب الإيمان، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، مکتبہ رشد، ریاض، سن طباعت ۱۴۲۳ھ۔

۵۷- صحیح الامام البخاري، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری۔

۵۸- صحیح الامام مسلم، مسلم بن حجاج نیسابوری۔

۵۹-الصحيح المسبور من التفسير بالماثور، حکمت بشیر یاسین، دار المآثر، مدینہ نبویہ، سن طباعت ۱۴۲۰ھ۔

۶۰-العذب المنير من مجالس الشنقيطي في التفسير، محمد امین شنقیطی، تحقیق خالد بن عثمان السبت، مجمع الفقہ الاسلامی، جدہ، سن طباعت ۱۴۲۶ھ۔

۶۱-عقيدة الإسلام في رفع سيدنا عيسى ونزوله عليه السلام في آخر الزمان وبعض أشراط الساعة العظام، محمد ضیاء الدین کردی، مطبعۃ السعادہ، سن طباعت ۱۴۰۲ھ۔

۶۲-عون المعبود شرح سنن أبي داود، شمس الحق عظیم آبادی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۵ھ۔

۶۳-غریب القرآن، عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ دینوری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۳۹۸ھ۔

۶۴-فتاوى اللجنة الدائمة، اللجنۃ الدائمہ للبحوث العلمیہ والافتاء، جمع وترتیب احمد عبدالرزاق دویش، رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیہ، ریاض۔

۶۵-فتح الباري شرح صحيح البخاري،ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی،،دار المعرفہ،بیروت،سن طباعت ۱۳۷۹ھ۔
۶۶-فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير، محمد بن علی شوکانی،دار ابن کثیر، سن طباعت ۱۴۱۴ھ۔
۶۷-فيض الباري على صحيح البخاري، محمد انور شاہ کشمیری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۶ھ۔
۶۸-قصة المسيح الدجال ونزول عيسى عليه الصلاة والسلام، محمد ناصر الدین البانی، مکتبہ اسلامیہ، عمان، اردن، سن طباعت ۱۴۲۱ھ۔
۶۹-الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، تحقیق محمد عوامہ، دار القبلہ، جدہ، سن طباعت ۱۴۱۳ھ۔
۷۰-كتاب القراءات الشاذة، حسین بن احمد بن حمدان ابن خالویہ، مطبعہ رحمانیہ، مصر، سن طباعت ۱۹۳۴ء۔
۷۱-الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، محمود بن عمرو زمخشری، دار الکتاب العربي، بیروت، سن طباعت ۱۴۰۷ھ۔
۷۲-الكنى والأسماء، ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری، تحقیق عبد الرحیم محمد احمد قشقری، عمادۃ البحث العلمی، جامعہ اسلامیہ، مدینہ نبویہ، سن طباعت ۱۴۰۴ھ۔
۷۳-الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري، احمد بن اسماعیل کورانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۹ھ۔
۷۴-اللباب في علوم الكتاب، سراج الدین عمر دمشقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۹ھ۔
۷۵-لسان العرب، جمال الدین ابن منظور، دار صادر، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۴ھ۔
۷۶-مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ابوالحسن نور الدین ہیثمی، تحقیق حسام الدین قدسی، مکتبہ قدسی، قاہرہ، سن طباعت ۱۴۱۴ھ۔
۷۷- مجموع الفتاویٰ، احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، تحقیق عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، مجمع الملک فہد، مدینہ نبویہ، سعودی عرب، سن طباعت ۱۴۱۶ھ۔
۷۸-محاسن التأويل، محمد جمال الدین قاسمی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۸ھ۔
۷۹-مستدرک حاکم، ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن طباعت ۱۴۱۱ھ۔

۸۰-مسند احمد، احمد بن محمد بن حنبل، تحقیق شعیب ارنؤوط وغیرہ، موسستہ الرسالہ، سن طباعت ۱۴۲۱ھ۔

۸۱- مصنف ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، مکتبہ رشد، ریاض، سن طباعت ۱۴۰۹ھ۔

۸۲- معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، پاکستان، سن طباعت ۱۴۲۹ھ۔

۸۳-المعجم الأوسط، ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، تحقیق طارق عوض اللہ وغیرہ، دار الحرمین، قاہرہ۔

۸۴-المعجم الکبیر، ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، تحقیق حمدی بن عبدالمجید سلفی، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ۔

۸۵- مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، محمد بن عمر فخر الدین رازی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن طباعت ۱۴۲۰ھ۔

۸۶-موسوعة التفسیر المأثور، مرکز الدراسات والمعلومات القرآنیہ، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، سن طباعت ۱۴۳۹ھ۔

۸۷-نظم المتناثر من الحدیث المتواتر، ابو عبداللہ محمد بن ابو الفیض کتانی، تحقیق شرف حجازی، دار الکتب السلفیہ، مصر، طباعت دوم۔

۸۸-الهدایة إلی بلوغ النهایة، مکی بن ابو طالب، مجموعۃ بحوث الکتاب والسنہ، جامعۃ الشارقہ، سن طباعت ۱۴۲۹ھ۔
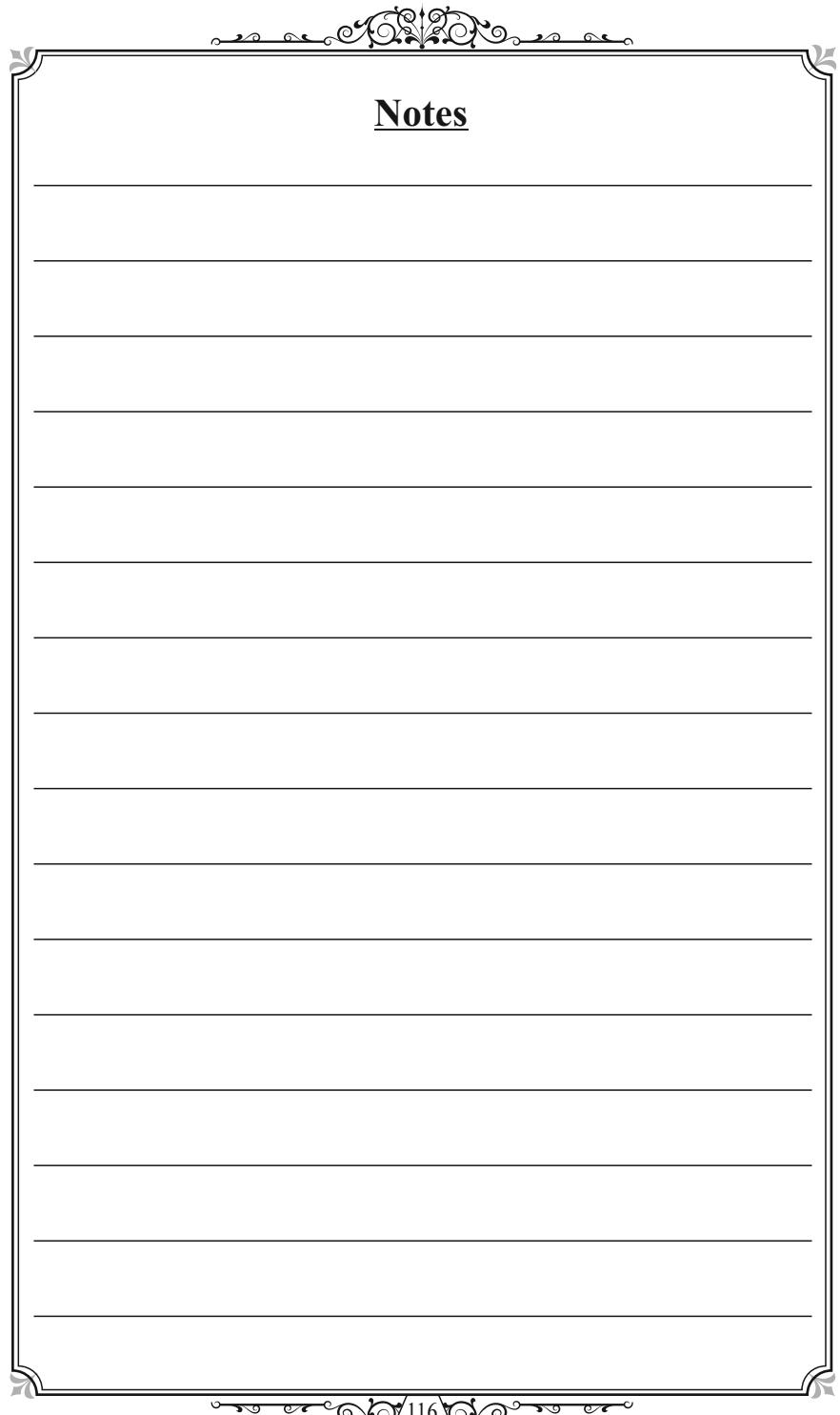
## مؤلف کی دیگر نگارشات

(۱) القول الصريح في صلاة التسبيح (عربی، غیر مطبوع)

(۲) جامع البيان في تخريج الأحاديث والآثار الواردة في شهر شعبان (عربی، غیر مطبوع)

(۳) جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت (اردو، مطبوع)

(۴) کلمۂ توحید لاالہ الااللہ (اردو ترجمہ، مطبوع)

(۵) باجماعت نماز: احکام ومسائل (اردو، غیر مطبوع)